علامہ غلام رسول سعیدی اور مولانا پیر محمد چشتی کی یاد میں

''علماءِ اہلسنّت کی فکر امن پسندی، علم دوستی، انسانی ہمدردی کو اپنانے کا درس دیتی ہے''

صاحبزادہ محمد فیاض احمد اویسی نے کہا ہے کہ اشاعتِ دین اور فروغ علم کیلئے علماءِ اہلسنّت کا کردار ناقابل فراموش ہے، علامہ غلام رسول سعیدی کی فکر امن پسندی، علم دوستی، انسانی ہمدردی کو اپنانے کا درس دیتی ہے، شارح بخاری ومسلم دورِ حاضر میں اسلاف کی حقیقی نشانی تھے، وہ موجودہ زمانہ کی عبقری شخصیت تھے، علامہ سعیدی کی تحریری خدمات گزشتہ اور موجودہ صدی میں علماء کے لیے قابل تقلید ہے۔ ان کی دینی واسلامی اور علمی کارناموں کو اہل علم وادب ہمیشہ یاد رکھیں گے، دین اسلام کی ترویج، علم کا فروغ اور نسل نو کی دینی خطوط پر تربیت واصلاح ان کی زندگی کا مشن تھا۔

ان خیالات کا اظہار انہوں نے حرمین شریفین کی حاضری کے بعد جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں علامہ غلام رسول سعیدی اور مولانا پیر محمد چشتی کی یاد میں منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ تعزیتی تقریب سے شیخ الحدیث مفتی محمد امیر احمد نوری اویسی، مولانا بشیر احمد اویسی، مفتی محمد قربان اویسی ودیگر نے بھی خطاب کیا جبکہ جامعہ کے اساتذہ، طلباء ورعامۃ الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس موقعہ علامہ صاحبزادہ محمد عطاء الرسول اویسی، علامہ صاحبزادہ محمد ریاض احمد اویسی نے مرحومین علامہ سعیدی، علامہ چشتی کی تعلیمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ علامہ سعیدی نے تفسیر قرآن اور شرح حدیث کے علاوہ سو سے زائد علمی وتحقیقی کتب تصنیف فرمائیں۔ مولانا پیر محمد چشتی کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں وہ ملک وقوم کا عظیم اثاثہ تھے اور ان کی خدمات تاریخ کے سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔ وہ ایک عظیم مدرس اور نامور محقق تھے۔ علامہ سعیدی اور علامہ چشتی کی علمی خدمات لائق تحسین ہیں۔ ان کا مشن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا میں عام کرنا تھا۔ ایسے عظیم علماءِ کرام کا ہم سے جدا ہونا کسی سانحہ سے کم نہیں۔

اگر آپ نے ابھی تک نئے سال کا چندہ نہیں بھیجا تو جلد ارسال کریں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ کا رسالہ ماہنامہ ''فیض عالم'' اپنی اشاعت کے ۲۷ سال پورے کرنے کو ہے آپ کے نام ایک عرصہ سے رسالہ ہر ماہ باقاعدگی سے حاضر ہوتا ہے اس کمر توڑ مہنگائی نے جہاں غریب ومتوسط طبقہ کا جینا محال کر دیا ہے وہاں آپ کے اس رسالہ کی اشاعت کو بھی شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ آپ سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اپنے اس رسالہ کی اشاعت کو جاری رکھنے کے لیے اپنا چندہ وسابقہ بقایا جات پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں۔ کیا رسالہ آپ تک پہنچتا ہے؟ جواب دینا آپ کی شان کے لائق ہے، ضرور شفقت فرمائیں۔

والسلام محمد فیاض احمد اویسی مدیر ماہنامہ ''فیض عالم'' بہاولپور۔ فون: 03006825931

قرآن اور صاحب قرآن

فضیلت وہ جس کی دشمن بھی گواہی دے

کرناٹکا: نوبل انعام یافتہ اور تبت کے روحانی پیشوا دلائی لاما کا کہنا ہے کہ قرآن پاک انسانیت کے لیے اللہ کا تحفہ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات انسانیت کے لیے ایک نمونہ ہے جس پر چل کر دہشت گردی سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

بھارت میں ایک تقریب سے خطاب کے دوران دلائی لاما کا کہنا تھا کہ قرآن مجید اللہ کی ایسی کتاب ہے جو پوری انسانیت کو زندگی گزارنے کی رہنمائی کرتی ہے جب کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی پوری انسانیت کے لیے ایک نمونہ ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پوری انسانیت کو ان کی زندگی کے مطابق چلنا چاہیے اسی سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے اور لوگوں کو دہشت گردی سے نجات مل سکتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام امن، محبت، انصاف اور مذہبی رواداری کا پیغام تھا جو ہمیشہ انسانیت کو رہنمائی کی روشنی فراہم کرتا رہے گا۔ ایکسپریس نیوز ۹ جنوری ۲۰۱۶ء کی رپورٹ کے مطابق اس تقریب میں دلائی لاما کو قرآن پاک کا انگلش ترجمہ کا نسخہ بھی پیش کیا گیا جس کو وصول کرتے ہوئے انہوں نے نسخے کو آنکھوں سے لگایا اور اسے چومتے ہوئے کہا کہ یہ اللہ کی مقدس کتاب ہے جسے اللہ نے انسانیت کی رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔

آہ!!! علامہ غلام رسول سعیدی صاحب

آج مدینہ منورہ میں اذانِ مغرب کے بعد ۲۶ ربیع الآخر شروع ہوا شب جمعہ ہے بعد نماز مغرب ہم نے اپنی نشست گاہ بابِ مکہ کے باہر چائے کا لنگر شروع کیا ہی تھا موبائل پر پیغام ملا کہ جامعہ نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے اہل اسلام کے لیے کتب کے ذریعے عظیم ذخیرہ چھوڑا مثلاً تفسیر تبیان القرآن (14 جلدیں) شرح صحیح بخاری (نعمۃ الباری) اور شرح صحیح مسلم اور دیگر تصنیفات میں بہت علمی خزانے ہیں۔ ہم سب ساتھیوں نے ان کے ایصال الثواب کے لیے فاتحہ خوانی کر کے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں آقا کریم علیہ السلام کا پڑوس نصیب فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت غازی علم دین شہید قانونِ توہینِ رسالت

حضرت غازی علم دین شہید لاہور کے رہائشی تھے۔ 19 سالہ غازی علم دین پیشے کے لحاظ سے ایک بڑھئی (ترکھان) تھے۔ تقسیم ہند سے پہلے انڈیا میں ہونے والے ایک واقعہ نے علم دین کی زندگی میں ہلچل برپا کردی۔ 1923ء میں ایک انتہا پسند ہندو نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک نہایت گستاخانہ کتاب تحریر کی۔ یہ کتاب ایک فرضی نام سے لکھی گئی جسے لاہور کے ایک ہندو پبلشر راجپال نے شائع کیا۔ کتاب میں انتہائی نازیبا باتیں درج تھیں جنھیں کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ کتاب کی اشاعت سے پورے برصغیر کے مسلمانوں میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے اس کتاب پر پابندی کا مطالبہ کیا اور اس کے پبلشر کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ سیشن کورٹ نے راجپال کو مجرم قرار دیتے ہوئے سزا سنادی جس کے بعد لاہور ہائیکورٹ نے اس سزا کے خلاف اپیل کی۔ سماعت میں مجرم راجپال کو اس وجہ سے رہا کردیا کہ اس وقت مذہب کے خلاف گستاخی کا کوئی قانون موجود نہ تھا۔ مسلمانوں نے ہائیکورٹ کے اس فیصلے کے خلاف پورے ملک میں تحریک شروع کردی۔ نوجوان علم دین اپنے دوست رشید کے ساتھ لاہور کی تاریخی وزیر خان مسجد کے سامنے اس ہجوم میں موجود تھا جو ہندو رائٹر راجپال کے خلاف نعرے لگا رہا تھا۔ جذبات کا ایک تلاطم تھا جو ہجوم کے نعروں کی گونج میں امنڈ رہا تھا۔ امام مسجد نے انتہائی دردبھری آواز میں کہا مسلمانو شیطان راجپال نے اپنی کتاب میں ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی ہے اور عدالتوں نے اسے بری کردیا ہے جس سے اسلام دشمنوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ امام مسجد کے یہ الفاظ غازی علم دین کے دل میں اتر گئے اور اس نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ وہ گستاخ رسول کو واصل جہنم کرکے ہی دم لے گا۔ اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے قریبی دوست رشید سے کیا۔ وہ بھی راجپال کو اس گستاخی کا مزا چکھانا چاہتا تھا۔ دونوں دوستوں نے اس مسئلے پر تین مرتبہ قرعہ اندازی کی اور تینوں مرتبہ علم دین کا نام آیا، آخرکار رشید، علم دین کے حق میں دستبردار ہوگیا۔ اللہ نے یہ سعادت شاید علم دین کے ہی نصیب میں لکھی تھی۔

☆6 ستمبر 1929ء کو غازی علم دین نے بازار سے ایک چھری خریدی اور سیدھا راجپال کی دکان کی طرف روانہ ہوا۔ راجپال ابھی دکان پر نہیں آیا تھا۔ علم دین نے اس کا انتظار کیا اور جیسے ہی راجپال اپنی دکان میں داخل ہوا علم دین نے چھری سے اس کے سینے پر زوردار وار کیا جو اس کے دل میں پیوست ہوگیا۔ راجپال موقع پر ہی واصلِ جہنم ہوگیا۔ پولیس نے

اسے گرفتار کر لیا اور اس پر قتل کا مقدمہ درج کر کے کیس چلایا گیا۔ علامہ اقبال کی درخواست پر قائداعظم محمد علی جناح نے علم دین کا مقدمہ لڑا۔ قائداعظم نے ایک موقع پر علم دین سے کہا کہ وہ جرم کا اقرار نہ کرے۔ غازی علم دین نے کہا کہ میں یہ کیسے کہہ دوں کہ میں نے یہ قتل نہیں کیا، مجھے اس قتل پر ندامت نہیں بلکہ فخر ہے، کورٹ نے علم دین کو سزائے موت دی۔ قائداعظم محمد علی جناح لبرل تصور کئے جاتے تھے اور اس وقت ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے، ہندو اخبارات نے ان پر کڑی تنقید کی لیکن قائداعظم نے اس تنقید کو رد کرتے ہوئے کہا مسلمانوں کیلئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔

31 اکتوبر 1929ء غازی علم دین شہید کی سزائے موت پر عملدرآمد کا دن تھا۔ غازی علم دین سے ان کی آخری خواہش پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ غازی علم دین کو جب پھانسی گھاٹ پر لایا گیا اور جب پھندا ان کی گردن میں ڈالا گیا تو اس نے وہاں موجود لوگوں سے کہا اے لوگو ! گواہ رہنا میں نے راجپال کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر واصل جہنم کیا ہے، آج میں آپ سب کے سامنے کلمہ طیبہ کا ورد کر کے حرمت رسول پر اپنی جان نچھاور کر رہا ہوں۔ غازی علم دین شہید کو پھانسی کے بعد برطانوی حکومت نے ان کی میت بغیر نماز جنازہ کے جیل کے قبرستان میں دفنا دی جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا اور علامہ اقبال نے ایک مہم چلائی اور آخر کار انگریزوں کو یہ یقین دہانی کے بعد کہ لاہور میں تدفین کے موقع پر ہنگامہ آرائی نہیں ہوگی اس کی اجازت دے دی گئی۔

15 دن بعد جب غازی علم دین شہید کی میت کو قبر سے نکالا گیا تو ان کا جسد خاکی پہلے دن کی طرح تر و تازہ تھا۔ علم دین شہید کے والد نے علامہ اقبال سے علم دین کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی جس پر علامہ اقبال نے ان سے کہا کہ وہ بہت گناہ گار انسان ہیں، اس لئے اتنے بڑے شہید کی نماز جنازہ وہ نہیں پڑھا سکتے۔ غازی علم دین شہید کی نماز جنازہ لاہور کی تاریخ کی سب سے بڑی نماز جنازہ تھی جس میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ عاشق رسول کے جنازے کو کندھا دے۔ علامہ اقبال نے غازی علم دین شہید کی میت کو کندھا دیا اور اپنے ہاتھوں سے انہیں قبر میں اتارا۔ اس موقع پر علامہ اقبال نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا

''ترکھان کا بیٹا آج ہم پڑھے لکھوں پر بازی لے گیا اور ہم دیکھتے ہی رہ گئے''

علم دین شہید کی پھانسی کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے جس کے بعد انگریزوں کو قوانین میں تبدیلی کرنا پڑی اور کسی بھی مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا گیا اور اس طرح ایک نوجوان کی قربانی قانون میں تبدیلی کا پیش خیمہ بنی۔ تفصیل ملاحظہ

کریں۔

توہینِ رسالت و آئین پاکستان؟

قرآنِ کریم میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًاo(الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ کے ضمن میں مفسرین کرام نے توہین رسالت کے مرتکب کی سزا کی وضاحت کی ہے ملاحظہ ہو۔

☆تفسیر ابن عباس میں ہے

عذبهم الله (فى الدنيا) بالقتل ..(والآخرة) فى النار.

یعنی گستاخِ رسول کی سزا دُنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم ہے

☆اس آیت کے ذیل میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مظہری میں مسئلہ کا عنوان لگا کر لکھتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت، دِین، نسب یا آپ کی کسی صفت پر طعن کرنا اور صراحتاً یا کنایتاً یا اِشارتاً یا بطورِ تعریض آپ پر نکتہ چینی کرنا اور عیب نکالنا کفر ہے، ایسے شخص پر دونوں جہان میں اللہ کی لعنت، دُنیوی سزا سے اس کو توبہ بھی نہیں بچا سکتی، ابن ہمام نے لکھا ہے: جو شخص رسول اللہ سے دِل میں نفرت کرے، وہ مرتد ہو جائے گا۔ بُرا کہنا تو بدرجۂ اَولیٰ مرتد بنا دیتا ہے، اگر اس کے بعد توبہ بھی کرلے تو قتل کی سزا ساقط نہیں ہو سکتی۔ اہل فقہ نے لکھا ہے کہ یہ قول علمائے کوفہ (امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، صاحبین وغیرہ) اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ منقول ہے۔

یہ سزا بہرحال دی جائے گی، خواہ وہ اپنے قصور کا اِقرار کرلے اور تائب ہو کر آئے یا منکرِ جرم ہو اور شہادت سے ثبوت ہو جائے۔ دُوسرے موجباتِ کفر کا اگر اِنکار کردے خواہ شہادت ثبوت موجود ہو تو اِنکار معتبر ہوگا۔ علماء نے یہاں تک کہا ہے کہ نشے کی حالت میں بھی اگر رسول اللہ کو بُرا کہنے کے جرم کا اِرتکاب کیا ہو تب بھی اس کو معاف نہیں کیا جائے گا، ضرور قتل کیا جائے گا۔ ہاں نشے کی حالت کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ اس نے خود اپنے اِختیار سے بغیر جبر و اِکراہ کے ممنوع

طریقے سے نشہ آور چیز کھائی، پی ہو۔ اگر ارتکابِ منشی اپنے اِختیار سے نہ کیا ہو تو ایسا مدہوش آدمی پاگل کے حکم میں ہے (اس کو سزا نہیں دی جائے گی)۔

خطابی نے لکھا ہے، میں نہیں جانتا کہ ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں کسی نے اِختلاف کیا ہو، ہاں اگر اللہ کے معاملے میں کسی کا قتل واجب ہو جائے تو توبہ کرنے سے سزائے قتل ساقط ہو جاتی ہے، اسی طرح کوئی مست نشے میں مدہوش آدمی رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرنے کے علاوہ کوئی اور کلمۂ کفر زبان سے نکال دے تو خواہ اس نے باختیارِ خود بغیر اِکراہ کے ممنوع طریقے سے نشہ کیا ہو، پھر بھی اس کو مرتد نہیں قرار دیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری)

☆سنن ابی داؤد میں ہے

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰـهُ عَنْهُ أَنَّ یَهُودِیَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِیهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا۔ (ابوداؤد)

ترجمہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہتی تھی، اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی، اس بات پر ایک شخص نے اس عورت کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مرگئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا۔

☆حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

كُنْتُ عِنْدَ أَبِی بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَغَيَّظَ عَلَى رَجُلٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ فَقُلْتُ تَأْذَنُ لِی یَا خَلِیفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ فَأَذْهَبَتْ كَلِمَتِی غَضَبَهُ فَقَامَ فَدَخَلَ فَأَرْسَلَ إِلَیَّ فَقَالَ مَا الَّذِی قُلْتَ آنِفًا قُلْتُ ائْذَنْ لِی أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ أَكُنْتَ فَاعِلًا لَوْ أَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ ایک شخص پر غصہ ہوئے اور سخت ترین غصہ ہوئے، میں نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ مجھے اِجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس شخص کی گردن اُڑا دوں! یہ بات کہنے سے ان کا غصہ جاتا رہا اور وہ کھڑے ہو کر اندر چلے گئے، پھر انہوں نے مجھے بلوایا اور فرمایا تم نے ابھی کیا بات کہی تھی؟ میں نے عرض کیا مجھے آپ اجازت دیں تو میں اس شخص کی گردن اُڑا دوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں اگر میں حکم دیتا تو تم اس شخص کی گردن واقعی اُڑا دیتے؟ میں نے عرض کیا بلاشبہ میں اس کی گردن اُڑا دیتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ مقام کسی کو حاصل نہیں ہے۔

☆ اِمام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں۔

وأيما رجل مسلم سبَّ رسول اللّٰهِ أو كذبه أو عابه أو تنقصهُ فقد كَفَرَ بِاللّٰهِ وَبانت منه زوجته، فَإِنْ تَابَ وَاِلّا قُتِلَ۔ (کتاب الخراج)

ترجمہ۔ جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی یا آپ کی کسی بات کو جھٹلایا یا آپ میں کوئی عیب نکالا یا آپ کی تنقیص کی، وہ کافر و مرتد ہو گیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، پھر اگر وہ اپنے اس کفر سے توبہ (کر کے اسلام و نکاح کی تجدید) کر لے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔

☆ علامہ شامی نے تنبیہ الولاۃ والحکام میں علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب السیف المسلول علیٰ من سبّ الرسول اسے نقل کرتے ہیں:

قال الامام خاتمة المجتهدين تقى الدين أبو الحسن على بن عبدالكافى السبكى رحمه اللّٰه تعالٰى فى كتابه "السيف المسلول علٰى من سب الرسول" قال القاضى عياض أجمعت الأُمّة علٰى قتل منتقصة من المسلمين وسابه، قال أبوبكر ابن المنذرأجمع عوام أهل العلم علٰى أن من سبَّ النبى عليه القتل وممن قال ذٰلک مالک بن أنس والليث وأحمد واسحاق وهو مذهب الشافعى، قال القاضى عياض وبمثله قال أبوحنيفة وأصحابه والثورى وأهل الكوفة والأوزاعى فى المسلم، وقال محمد بن سحنون أجمع العلماء علٰى أن شاتم النبى والمنتقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب اللّٰه تعالٰى له ومن شک فى كفره وعذابه كفر، وقال أبو سليمان الخطابى لا أعلم أحدًا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله اذا كان مسلما. (رسائل ابن عابدین ج ۱۰)

ترجمہ: اِمام خاتم المجتہدین تقی الدین ابی الحسن علی بن عبد الکافی السبکی اپنی کتاب "السیف المسلول علیٰ من سبّ الرسول" میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اُمت کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں تنقیص کرے اور سبّ و شتم کرے، وہ واجب القتل ہے۔ ابوبکر ابن المنذر فرماتے ہیں کہ تمام اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سبّ و شتم کرے، اس کا قتل واجب ہے۔ اِمام مالک بن انس رضی اللہ عنہ، اِمام لیث رضی اللہ عنہ، اِمام احمد رضی اللہ عنہ اور اِمام اسحاق اسی کے قائل ہیں، اور یہی مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کا قول اِمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اَصحاب سے اور اِمام ثوری سے اور اِمام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے شاتمِ رسول کے بارے میں منقول ہے۔ اِمام محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ علماء

نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے کفر پر اجماع کیا ہے، اور ایسے شخص پر عذابِ الٰہی کی وعید ہے، اور جو شخص ایسے موذی کے کفر وعذاب میں شک وشبہ کرے، وہ بھی کافر ہے۔ امام ابوسلیمان الخطابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا مسلمان معلوم نہیں جس نے ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں اختلاف کیا ہو۔

اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں

فانفس المؤمن لا تشتفی من هذا الساب اللعین، الطاعن فی سیّد الأوّلین والآخرین إلّا بقتله وصلبه بعد تعذیبه وضربه فان ذٰلک هو اللائق بحاله الزاجر لأمثاله عن سیئ أفعاله۔ (رسائل ابن عابدین)

ترجمہ: جو ملعون اور موذی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی کرے اور سب وشتم کرے اس کے بارے میں مسلمانوں کے دِل ٹھنڈے نہیں ہوتے جب تک کہ اس خبیث کو سخت سزا کے بعد قتل نہ کیا جائے یا سولی نہ لٹکایا جائے، کیونکہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے، اور یہ سزا دوسروں کے لئے عبرت ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی گستاخی اور توہین وتنقیص ارادۃً ہو، یا بلا ارادہ موجبِ کفر اور موجبِ قتل ہے۔

قانونِ توہینِ رسالت اور متحدہ ہند

متحدہ ہندوستان میں مسلمان، ہندو، سکھ، مجوسی اور پارسیوں کے علاوہ بہت سے مذاہب کے پیروکار رہتے تھے، ہر ایک کے اپنے اپنے معتقدات اور اپنے اپنے مقتدا اور رہنما تھے، راجپال نامراد جیسے ازلی بدبخت مسلم دُشمنی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخی اور آپ کی عزت وحرمت پر ناپاک حملے کرتے تھے تو ردِّ عمل کے طور پر غازی علم الدین شہید جیسے سچے عاشقِ رسول انہیں کیفرِ کردار تک پہنچا دیتے تھے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے انگریز کو ہر ایک کے مذہبی رہنماؤں کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے قانون وضع کرنا پڑا، چنانچہ ۱۹۲۷ء میں تعزیراتِ ہند میں دفعہ ۲۹۵-الف ایزاد کی گئی جو مجموعہ تعزیراتِ پاکستان مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۲۶ء میں درج ذیل الفاظ میں مذکور ہے۔

دفعہ ۲۹۵-الف جو کوئی شخص ارادۃً اور اس عداوتی نیت سے کہ پاکستان کے شہریوں کی کسی جماعت کے مذہبی احساسات کو بھڑکائے بذریعہ الفاظ زبانی یا تحریری اَشکال محسوس العین، اس جماعت کے معتقداتِ مذہبی کی توہین کرے یا توہین کرنے کا اقدام کرے، اس کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد دو برس تک ہوسکتی ہے یا جرمانے

کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

چوہدری محمد شفیع باجوہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں

یہ دفعہ ۱۹۲۷ء میں ایزاد کی گئی تا کہ اگر کسی مذہب کے بانی پر توہین آمیز حملہ کیا جائے تو ایسا کرنے والے کو سزا دی جاسکے۔ اس سے پہلے اس قسم کے اشخاص کے خلاف دفعہ ۱۵۳-الف استعمال ہوا کرتی تھی مگر ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کی رُو سے یہ طریقہ غلط قرار پایا، تقریر کرنے والے یا مضمون لکھنے والے۔ (شرح مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ص ۱۲۱-۱۲۲)

چونکہ توہینِ رسالت کے جرم کی یہ سزا بالکل ناکافی تھی، اس لئے جنرل محمد ضیاء الحق کے دورِ حکومت ۱۹۸۴ء میں تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ ۲۹۵-سی کا اضافہ کیا گیا اور اس کے ذریعے اس جرم کی سزا، سزائے موت یا عمر قید مع جرمانہ تجویز کی گئی، اس دفعہ کا متن حسبِ ذیل ہے

۲۹۵-سی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال

جو شخص الفاظ کے ذریعے خواہ زبان سے ادا کئے جائیں یا تحریر میں لائے گئے ہوں، یا دکھائی دینے والی تمثیل کے ذریعے یا بلاواسطہ یا بالواسطہ تہمت یا طعن یا چوٹ کے ذریعے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتا ہے، اس کو موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

جیسا کہ گزرا ہے کہ توہینِ رسالت کے جرم کی سزا قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں سزائے موت ہے، اور تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-سی میں سزائے موت یا عمر قید تجویز کی گئی۔ اب بھی یہ دفعہ اسلامی قانون کے ہم آہنگ نہیں تھی، اس لئے وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر ۱۹۹۰ء میں اپنے ایک فیصلے میں صدرِ پاکستان کو ہدایت کی کہ ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء تک اس قانون کی اصلاح کی جائے اور اس دفعہ میں یا عمر قید کے الفاظ حذف کر کے توہینِ رسالت کی سزا صرف موت مقرر کر دی جائے۔ اگر اس تاریخ تک اس قانون کی اصلاح نہ کی تو اس تاریخ کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم قرار پائیں گے اور صرف سزائے موت ملک کا قانون قرار پائے گا۔ حکومت نے روایتی سستی کا مظاہرہ کیا، اور وہ تاریخ گزر گئی۔ اس لئے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق دفعہ ۲۹۵-سی میں یا عمر قید کے الفاظ کالعدم قرار پائے اور قانون بن گیا کہ توہینِ رسالت کے جرم کی سزا صرف موت ہے۔ اس کے بعد قومی اسمبلی نے ۲ جون ۱۹۹۲ کو متفقہ قرارداد منظور کی کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو سزائے موت دی جائے۔

خبر کا متن حسبِ ذیل ہے

اسلام آباد (نمائندہ جنگ) قومی اسمبلی نے منگل کے دن متفقہ قرارداد منظور کی کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو پھانسی کی سزا دی جائے اور اس ضمن میں مجریہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ (ج) میں ترمیم کی جائے اور عمر قید کے لفظ حذف کر کے صرف پھانسی کا لفظ رہنے دیا جائے۔ یہ قرارداد آزاد رکن سردار محمد یوسف نے پیش کی اور کہا کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب شخص کو سزائے موت دی جائے، جبکہ قانون میں عمر قید اور پھانسی کی سزا متعین کی گئی ہے۔ مذہبی اُمور کے وفاقی وزیر مولانا عبدالستار خان نیازی نے بتایا کہ وزیراعظم کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا تھا، جس میں تمام مکتبۂ فکر کے علماء نے شرکت کی تھی، اس اجلاس میں طے پایا تھا کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو کم تر سزا نہیں دینی چاہیے، اس کی سزا موت ہونی چاہیے۔ وفاقی وزیر پارلیمانی اُمور چوہدری امیر حسین نے کہا کہ حکومت اس قرارداد کی مخالفت نہیں کرتی، حکومت اس ضمن میں پہلے بھی قانون سازی کی تیاری کر رہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس ضمن میں ایک ترمیمی بل سینیٹ میں پیش ہو چکا ہے۔ (۳/ جون ۱۹۹۲ء روزنامہ جنگ کراچی)

۸/ جولائی ۱۹۹۲ء کو سینیٹ نے توہینِ رسالت کے مجرم کو سزائے موت کا ترمیمی بل منظور کیا

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) سینیٹ نے بدھ کو ایک بل کی منظوری دی جس کے تحت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی بے حرمتی کی سزا موت ہوگی، فوجداری قانون میں تیسری ترمیم کا بل وفاقی شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے کی روشنی میں منظور کیا گیا ہے۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ تعزیراتِ پاکستان دفعہ ۲۹۵- سی کے تحت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی بے حرمتی پر عمر قید کی سزا اسلامی اَحکامات کے منافی ہے۔ یہ بل جو قومی اسمبلی پہلے ہی منظور کر چکی ہے، سینیٹ میں وزیر قانون چوہدری عبدالغفور نے پیش کیا، انہوں نے بل کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ قانون میں شاتمِ رسول اور توہینِ رسالت کی سزا عمر قید یا سزائے موت ہے، وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی توہین کی سزا عمر قید کی بجائے سزائے موت تجویز کی گئی ہے، کیونکہ عدالت کے خیال میں ایسے ملزم کو صرف سزائے موت ہی دی جانی چاہیے۔ سینیٹر راجہ ظفر الحق نے اس موقع پر کہا کہ قانون کے بارے میں اسٹینڈنگ کمیٹی نے تجویز کیا ہے کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ کے تحت آنے والے جرم کی مزید تشریح کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ قائدِ ایوان محمد علی خان نے کہا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت اور شانِ رسالت کے بارے میں دو آراء نہیں، اس لئے اس بل کو مؤخر کرنے کا کوئی جواز نہیں، اور اگر اس کی

منظوری جلد نہ کی گئی تو یہ بھی ایک جرم ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ توہینِ رسالت کا ملزم صرف سزائے موت کا ہی حق دار ہے۔ انہوں نے امام خمینی کی بھی مثال دی، انہوں نے شاتمِ رسول سلمان رشدی کے بارے میں فیصلہ نہیں بدلا۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق، سینیٹر حافظ حسین احمد، میاں عالم علی لالیکا، سیّد اشتیاق اظہر نے بھی بل کی فوری منظوری پر زور دیا۔ سینیٹر راجہ ظفر الحق، عبدالرحیم مندوخیل اور جام کرار الدین نے توہینِ رسالت کی تشریح کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل سے رُجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ وزیر قانون نے یقین دِلایا کہ اس بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل سے تشریح طلب کی جائے گی۔ ایوان نے متفقہ طور پر بل کی منظوری دے دی، ایوان نے کاپی رائٹ آرڈی نینس میں مزید ترمیم کے بل پر غور جمعرات تک مؤخر کردیا۔ میاں عالم علی لالیکا، ڈاکٹر بشارت الٰہی، سیّد اِقبال حیدر نے کہا کہ قانون سازی ایوان کے ذریعے ہونی چاہیے اور آرڈی نینس کا اجرا نہیں ہونا چاہیے، ایوان کا اِجلاس بعد میں جمعرات کی صبح ۱۰ بجے تک ملتوی ہوگیا۔

گویا پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت کی ہدایت، قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد، سینیٹ کا اس قانون کو من عن پاس کرنا اور پھر قومی اسمبلی میں بحث وتمحیص کے بعد توہینِ رسالت کے مجرم کو سزائے موت دینے کا فیصلہ کرنا، یہ سب وہ مراحل تھے جن سے قانونِ توہینِ رسالت گزر رہا ہے، اور اَب اس ملک کا یہ قانون بن چکا ہے۔

حیرت ہے کہ جمہوریت کا دعوی دار مغرب، جمہوری طریقے سے بننے والے اس قانون کو آج تک ہضم نہ کرسکا، اور پہلے روز سے ہی اس قانون کو ختم کرانے اور معطل کرانے کی کوششوں میں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ دین دُشمنوں اور ملک دُشمنوں سے ہمارے ملک وقوم کی حفاظت فرمائے اور سیاسی رہنماؤں کو اَغیار کے ہاتھوں کھلونا بننے سے محفوظ فرمائے۔

مدینہ منورہ کی حاضری

فقیر ۱۹ تا ۲۳ جنوری دبئی میں گیارہویں شریف کی تقریبات میں شرکت کے بعد ۲۴ جنوری تا ۱۷ فروری مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت کے سبب ماہنامہ ''فیضِ عالم'' کا یہ شمارہ فروری ومارچ کا اکٹھا شائع کیا ہے۔

قارئین کرام نوٹ فرمالیں (محمد فیاض احمد اویسی مدیر)

تربت اقدس مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت

آج کل بعض لوگ رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی شبیہ دکھاتے ہیں یا اس کی طباعت، اشاعت اور تشہیر کرتے ہیں۔ بعض اوقات اخبارات بھی پوری نیک نیتی سے، یہ تصاویر چھاپ دیتے ہیں۔ عقیدت مند مسلمان یہ تصاویر احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انہیں دیدہ زیب فریموں میں لگا کر کسی اونچی یا مرکزی جگہ پر رکھا یا لٹکایا جاتا ہے۔ بعض عقیدت مند، جن میں بعض بہت تعلیم یافتہ اشخاص بھی شامل ہوتے ہیں، ان تصاویر کا عقیدت سے بوسہ لیتے ہیں، انہیں آنکھوں سے لگاتے اور سر پر رکھتے ہیں۔ اب تک یہ کام خاموشی سے اور محدود پیمانے پر ہوتا رہا۔ انٹرنیٹ کی ایجاد کے بعد کے ان تصاویر کی تشہیر و اشاعت میں نا قابل یقین حد تک اضافہ ہوا ہے اور اب تو یہ کروڑوں گھروں میں ایک ساتھ ایک لمحے میں پہنچ جاتی ہیں۔ اکثر لوگ روضۂ رسول سے متعلق ان تصاویر پر آسانی سے یقین کر لیتے ہیں۔ ان جعلی تصاویر یا نقاشی کے شاہکاروں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سطح زمین سے کافی اونچی دکھائی دیتی ہے۔ اس پر ایک چادر تنی ہوئی ہے۔ اور سرہانے عمامہ نظر آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس روضۂ رسول کی تصاویر کو دیکھ کر عوام الناس کو گمراہ کیا جاتا ہے وہ غالباً ''مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی تصویر ہے نہ کہ نبی مکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک ہے''

تربت اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ ۸۸۱ھ (مطابق ۱۴۷۶ء، ۱۴۷۷ء) میں، حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی چار دیواری اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بنوائی ہوئی پانچ دیواری دونوں کی از سر نو تعمیر کی ضرورت پڑ گئی۔ تاریخ مدینہ پر لکھی جانے والی مستند کتاب ''وفا الوفاء'' کے مصنف علامہ سمہودی کو تعمیر نو کے اس کام میں رضا کارانہ طور پر حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں ۱۴ شعبان المعظم ۸۸۱ھ (مطابق ۲ دسمبر ۱۴۷۷ء) کو پانچ دیواری مکمل طور پر ڈھادی گئی۔ دیکھا تو اندرونی چار دیواری میں بھی دراڑیں پڑی ہوئی تھیں، چنانچہ وہ بھی ڈھادی گئی۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اب مقدس حجرہ تھا۔ مجھے داخلے کی سعادت ملی۔ میں پچھلی طرف (یعنی شمالی سمت سے جو قبلے کے مخالف سمت ہے) سے داخل ہوا۔ خوشبو کی ایسی لپٹ آئی جو زندگی میں کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں خلفاء کی خدمت میں ادب سے سلام پیش کیا۔ مقدس حجرہ مربع شکل کا تھا۔ اس کی چار دیواری سیاہ رنگ کے پتھروں سے بنی تھی، جیسے خانۂ کعبہ کی دیواروں میں استعمال ہوئے ہیں۔ چار دیواری میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ میری پوری توجہ تین قبروں پر مرکوز تھی۔ تینوں قبریں سطح زمین کے تقریباً برابر تھیں۔ صرف ایک جگہ ذرا سا ابھار

تھا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ قبروں پر عام سی مٹی پڑی تھی۔ میں تعمیر نو کے کام میں مشغول ہو گیا جو (سات ہفتوں میں) سات شوال ۸۸۱ھ (مطابق جنوری ۱۴۷۷ء) کو مکمل ہوا۔ (وفا الوفاء)

اب اس بات کو پانچ صدیاں بیت چکی ہیں، اس دوران کوئی انسان ان مہر بند اور مستحکم دیواروں کے اندر داخل نہیں ہوسکا جو (آغوات) خدام خاص روضہ اقدس کی صفائی پر مامور ہیں وہ بھی تربت مبارک تک نہیں پہنچ سکتے (چار دیواری کے باہر تک محدود ہیں) تو کوئی ایرا غیرا وہاں کیسے پہنچ سکتا ہے؟؟

دوسری سوچنے کی بات ہے کہ جن مہر بند دیواروں کے اندر کوئی انسان پانچ صدیوں سے داخل نہ ہوا ہو، وہاں کسی قبر کا فوٹو کیسے لیا جاسکتا ہے؟ علاوہ ازیں کیمرے کی ایجاد ۱۸۲۰ء سے ۱۸۳۰ء کے عشرے میں دو فرانسیسی موجدوں نے کی، گویا کیمرہ ایجاد ہوئے ابھی پوری دو صدیاں بھی نہیں گزریں۔ جہاں تک مصوری کا تعلق ہے تو اولاً نقاشی کے ان شاہکاروں پر نہ مصور کا نام درج ہوتا ہے اور نہ یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی شبیہ ہے۔ ثانیاً خواہ پہلی صدی ہجری ہو یا نویں صدی ہجری، ان قبروں کو جب بھی دیکھا گیا، وہ سطح زمین سے بلند تھیں، نہ پکی تھیں، نہ ان کے گرد کوئی کٹہرا تھا، نہ ان کے اوپر کوئی چادر تھی اور نہ ان کے سرہانے کوئی عمامہ تھا۔ اکیسویں صدی عیسوی میں، جہاں ہر انسان کا یہ حق ہے کہ اسے سچائی کا علم ہو، وہاں اس کا یہ فرض بھی بنتا ہے کہ وہ جھوٹ کو رد کرے۔ غلط فہمی دور کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی غلط بیانی۔ اگر فہم یا بیان کی ان غلطیوں کا تعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ہو تو ہر مسلمان کا یہ دہرا فرض بنتا ہے کہ وہ سچ کا بلا تاخیر اظہار کرے اور اس کی اشاعت کرے۔

دعائے مغفرت کی اپیل ہے

☆ ہمارے خالو محترم جام امام بخش لاڑ دا جلی نزد بستی حامد آباد (رحیم یار خان) گذشتہ دنوں اللہ کو پیارے ہوئے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ (اپیل کنندگان محمد عطاء الرسول اویسی، محمد فیاض احمد اویسی، محمد ریاض احمد اویسی)

☆ بہت ہی مخلص و مہربان درگاہ عالیہ حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی (ملتان) کے ترجمان حضرت ڈاکٹر محمد صدیق خان قادری کے جواں سال بیٹے محمد احمد صدیق خان کے انتقال کی خبر ملی۔

☆ مولانا محمد حق نواز مولانا محمد شہنواز (تیرہ سولنگ بہاولپور) کی والدہ محترمہ ماجدہ ۳۰ ربیع الاول کو فوت ہوئیں۔

☆ حافظ محمد عرفان وارثی کے محترم محمد صدیق وارثی (بہاولپور) گذشتہ ماہ باوضو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ پیغام اجل آیا۔

☆ عزیزم محمد طالب حسین اویسی (گلشن اویس بہاولپور) کا بیٹا محمد حمزہ اویسی بجلی کا کرنٹ لگنے سے فوت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں مرحومین کے فاتحہ اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

قارئین کرام سے مرحومین کے لیے فاتحہ و دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

مدینہ منورہ سے طائف کا سفر

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی رضوی حال مدینہ منورہ

فقیر کی ایک بڑی خواہش ہے جس نے ایک عرصہ سے دل میں ڈیرہ ڈال رکھے ہیں وہ یہ کہ ہر اس مقام کی زیارت کروں جہاں آقا کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدم لگے۔ ہر اس مقام حاضری دوں جہاں آپ تشریف لے گئے۔ ان رزمگاہوں اور گزرگاہوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناؤں جہاں آپ نے کلمہ حق بلند فرمایا سانس لیے، چلے پھرے، اُٹھے اور بیٹھے۔

اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے حرمین شریفین کے سفر کی سعادت بچپن سے عطا فرمائی ۱۹۸۷ء تا ۲۰۱۰ء تک تو اپنے قبلہ سیدی والد گرامی حضور مفسر اعظم پاکستان علامہ الحاج حافظ محمد فیض احمد اویسی نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ کئی بار اس سعادت بھرے سفر سے بہرمند ہوتا رہا۔ ان وصال کے بعد مختلف احباب اس عظیم سفر میں میرے ہم سفر ہے اس بار ۱۹ جنوری کو پاکستان سے دبئی آیا وہاں گیارویں شریف کی چند تقریبات میں شرکت کے بعد الحمدللہ ۲۴ جنوری کو مدینہ منورہ حاضر ہوا۔

☆ ۲۸ رجنوری ۲۰۱۶ء کو محترم عبدالرزاق شرقپوری کے ہمراہ حجاز مقدس کے تاریخی طائف شریف جانے کا موقع ملا۔ یہ وہی شہر جس کا نام لینے سے سینے میں دل دھرکنے لگتا ہے کی اور پرانے زخم تازہ ہوجاتے ہیں۔ اس شہر کے اہم مقامات کی زیارات سے قبل اس کا جغرافیائی تعارف کچھ اس طرح ہے۔

طائف حجاز مقدس کا سرد شہر ہے

مکہ مکرمہ اور ریاض کے مقابلہ میں طائف انتہائی سرد مقام ہے۔ یہاں گرمیوں میں بھی ٹھنڈک رہتی ہے۔ چنانچہ اہل عرب شدید گرمیوں میں انجوائے کرنے کے لیے خاندان سمیت آتے ہیں۔ ان دنوں ہوٹلوں اور فلیٹوں کے کرائے آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور میدانوں میں خیمے لگا کر تفریح کا لطف اُٹھاتے ہیں شدید گرمی میں بھی یہاں درجہ حرارت 35 ڈگری سے زیادہ نہیں بڑھ پاتا۔

طائف مکہ مکرمہ سے 120 کلومیٹر کے فاصلے پر اور سطح سمندر سے تقریباً 5 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ مکہ مکرمہ سے

راستہ پُر پیچ ہے یہ شہر ایک پہاڑی مقام ہونے کے علاوہ اس کی اپنی تاریخی اہمیت بھی ہے۔
دورِ جاہلیت میں اس شہر کا شمار مکہ کے بعد عرب کے اہم ترین شہروں میں ہوتا تھا۔ یمن سے آنے والی دو تجارتی شاہراہوں میں سے ایک پر طائف واقع تھا۔ مکہ کے کئی سرداروں نے یہاں اپنے فارم ہاؤس بنائے ہوئے تھے۔ شہر میں بنوثقیف اور بنوہوازن کے قبائل آباد تھے۔ اس کے اطراف میں بنوسعد آباد تھے جن کی آبادی طائف سے لے کر مکہ کے ایک طرف سے ہوتی ہوئی حدیبیہ تک جاتی تھی۔
اس شہر کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی طرح کی نسبت ہے آپ کا بچپن اسی شہر کے اطراف میں بنوسعد کے علاقے میں گزرا۔ انہی سرسبز پہاڑیوں میں آپ بچپن سے جوانی کی حدود میں داخل ہوئے۔ اسی شہر کے قریب سیل کبیر کے علاقے میں آپ کی نوجوانی کی عمر میں جنگ فجار ہوئی جس میں آپ بھی کسی حد تک شریک تھے۔
ہم ۲۸ جنوری جمعرات صبح ۱۰:۳۰ بجے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف شارع ہجرہ پر روانہ ہو کر تقریباً ایک سو تیس کلو میٹر المہد کا ایگزٹ (خروج) سے اتر کر بیضان، حازم، شعیرہ کے شہروں سے کندھا سے کندھا ملا کر کھڑے پہاڑوں کے درمیان سفر کرتے ہوئے چل رہے تھے تو کہیں گھنے سبزے میں ڈھکی ہوئی وادیاں نظر آئیں۔ اس بے آب وگیاہ، وادی غیر ذی زرع میں اتنا سبزہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ قریب جا کر معلوم ہوا کہ یہ ویسے ہی صحرائی پودے ہیں جو کراچی اور حیدر آباد کے درمیان نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ اتنے گھنے تھے کہ ان کے بیچ میں زمین دکھائی نہ دے رہی تھی۔ غالباً اس کی وجہ طائف کے پہاڑوں سے آنے والا پانی تھا ذرا سی نمی ملنے پر یہ جھاڑیاں بہت تیزی سے پھیلتی ہیں۔
راستہ میں کہیں کہیں سیاہ پہاڑ نظر آئے جنہیں چوٹی تک سنہری ریت نے ڈھانپا ہوا تھا۔ کہیں کہیں سیاہ چٹانوں کے کونے باہر نکلے ہوئے تھے۔ ان وسیع ریتیلے میدانوں اور وادیوں میں بے شمار اونٹ چر رہے تھے۔ ان کی خوراک وہی صحرائی پودے تھے اس علاقے میں صدیوں سے یہی منظر نظر آتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری دور میں بھی ایسا ہی منظر ہوتا ہوگا جہاں آپ اپنے بچپن میں بکریاں اور اونٹ چراتے ہوں گے۔
☆ محترم عبدالرزاق شرقپوری صاحب بڑی مہارت سے گاڑی چلاتے ہوئے پیچیدہ گھاٹیوں سے گزر رہے تھے اور فقیر کے ذہن میں واقعاتِ سیرت کا سلسلہ چل رہا تھا۔ شام کو نمازِ عصر ہم نے طائف کے وسیع علاقہ میں محترم ابوخالد کے گھر میں جا کر ادا کی شب جمعہ ہم نے یہیں پر گذاری صاحب خانہ نے ہماری مہمان نوازی کا حق ادا کیا اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں بہت برکت عطاء فرمائے۔
۱۹ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ۔ ۲۹ جنوری 2016ء جمعہ کے روز ہم صبح ۹ بجے ناشتہ کر کے وادی حلیمہ سعدیہ روانہ ہوئے۔

وادی حلیمہ سعدیہ کی زیارت

حضرت سیدہ بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے نام سے دنیا کا کوئی مسلمان ناواقف نہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی نسبت ان کی پہچان ہے۔ آپ بچپن میں کچھ عرصہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

عرب روایات کے مطابق آپ کی ابتدائی تربیت عرب کے ریگستانی وبدوی قبیلے بنوسعد کے ایک شریف گھرانے میں ہوئی بنوسعد اپنی زبان دانی وحکمت کی وجہ سے سارے عرب میں معروف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا

أَنَا أَعْرَبُكُمْ أَنَا قُرَشِيٌّ وَاسْتُرْضِعْتُ فِي بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ

میں تم میں سب سے زیادہ شستہ اور صحیح عربی بولنے والا ہوں، میں قریشی ہوں اور قبیلہ بنوسعد میں میں نے دودھ پیا ہے (جو فصاحت وبلاغت میں ایک اعلیٰ مقام کا حامل ہے)

حارث بن عبدالعزیٰ کے گھرانے کو دریتیم کی پرورش کا اعزاز ملا۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حارث کی اہلیہ تھیں کم وبیش چار پانچ سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم مکہ سے دور بادیہ میں بنوسعد کے درمیان مقیم رہے۔ کبھی کبھار اپنی والدہ ماجدہ، دادا اور دیگر اعزہ واقارب سے ملنے کے لیے آپ کو مکہ لایا جاتا تھا سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دریتیم کی آمد کے بعد جو برکات نازل ہوئیں ان کا تذکرہ سیرت کی کتب میں بڑے ایمان افروز انداز میں رقم ہے مکہ سے رخصتی کے وقت بھی سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی کمزور اور سست رفتار سواری کے اندر بے پناہ قوت آ گئی۔

بچپن کی ادائیں ﴿ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گہوارہ یعنی جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا اور آپ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے تو چاند آپ کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔ جب آپ کی زبان کھلی تو سب سے اول جو کلام آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا" بچوں کی عادت کے مطابق کبھی بھی آپ نے کپڑوں میں بول وبراز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ ایک معین وقت پر رفع حاجت فرماتے۔ اگر کبھی آپ کی شرم گاہ کھل جاتی تو آپ رو رو کر فریاد کرتے اور جب تک شرم گاہ نہ چھپ جاتی آپ کو چین اور قرار نہیں آتا تھا اور اگر شرم گاہ چھپانے میں مجھ سے کچھ تاخیر ہو جاتی تو غیب سے کوئی آپ کی شرم گاہ چھپا دیتا۔ جب آپ اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوئے تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہیں ہوتے تھے لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے کہ میں کھیلنے کے لئے نہیں

پیدا کیا گیا ہوں۔ (سیرت مصطفیٰ بحوالہ مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول)

حضرت حلیمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئیں

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ روایت بھی تاریخ میں منقول ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور جوانی میں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں مکہ مکرمہ حاضر ہوئیں تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی خدمت میں کئی اونٹ اور اونٹنیاں پیش کی تھیں۔ مدینہ منورہ میں حاضری کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریوں کا ایک ریوڑ اور ساز وسامان سے لدی ایک اونٹنی ان کی خدمت میں پیش کی وہ ان تحائف سے زیادہ اس بات پر شاداں و فرحاں تھیں کہ ان کے رضاعی بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بلند مقام عطا فرمایا تھا جس کی دعائیں اور تمنائیں بھی وہ کرتی تھیں اور جس کی امیدیں بھی اللہ کی ذات سے انہوں نے قائم کر رکھی تھیں سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا عظیم مقام ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔

وادی حلیمہ سعدیہ کا محل وقوع ﴾ طائف سے الباحۃ شاہراہ پر 58 کلومیٹر کے فاصلے پر یہ وادی ایک دلکش اور پرفضا پہاڑی پر واقع ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا طائف کے گاؤں الشوحطہ میں رہتی تھیں۔ اسی گاؤں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی چار سال گزارے۔ بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت شیماء بھی اپنے پیارے رضاعی بھائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی گاؤں کے سبزہ زاروں میں پھرا کرتی تھی۔ جب آپ ذرا بڑے ہوئے اور چلنے لگے تو شیما ہی زیادہ تر آپ کے ساتھ کھیلا کرتیں، اس کھیل کے دوران ایک مرتبہ شیما نے آپ کو بہت تنگ کیا تو غصہ میں آپ نے ان کے کندھے پر اس زور سے کاٹا کہ دانتوں کے نشان بیٹھ گئے، یہ نشان ان کے لئے اُس وقت باعث رحمت بن گئے جب کہ جنگ اوطاس کے موقعہ پر حضرت شیما مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئیں تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے رسول کی رضاعی بہن ہوں، جب مسلمانوں نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے بچپن کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے اپنے کندھے پر دانتوں کے نشان دکھائے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا واقعہ یاد آ گیا اور جوشِ محبت میں آپ کی آنکھیں نم ہوگئیں اور آپ نے انہیں بڑے احترام سے اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا اور فرمایا کہ اگر میرے پاس رہنا چاہو تو بہن کی طرح رہ سکتی ہو لیکن انہوں نے عرض کیا کہ وہ اپنے وطن لوٹ جانا چاہتی ہیں، انہوں نے اسلام قبول کر لیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جو عطیات دیئے ان میں تین غلام، باندیاں، کچھ اونٹ اور بکریاں شامل تھیں۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ اوطاس، ج ۳)

حضرت شیماء بنت حلیمہ کے اشعار

حضرت شیماء آپ کو لوری دیتے ہوئے اکثر یہ شعر گنگناتی تھی

يَا رَبَّنَا أَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا ۔حتی أَرَاهُ يَافِعًا وَأَمْرَدَا

ثُمَّ أَرَاهُ سَيِّدًا مُسَوَّدَا وَاكْبِتْ أَعَادِيهُ مَعًا وَالْحُسَّدَا وَأَعْطِهِ عِزًّا ۔يَدُومُ أَبَدًا

اے اللہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زندہ رکھ میں انہیں جواں ہوتے دیکھوں اسے ایک مرد طرح دار و رعنا کے پیکر میں ڈھلتے جو حاسد ہیں اسکے اور اس کے عدو، کر انہیں تو ذلیل و رسوا، عزت جاوداں کا اور اس کو شرف کر عطا۔

وادی حلیمہ سعدیہ جانے کے لیے ہم طائف سے الباحۃ AlBahah شاہراہ پر 50 (تقریباً) کلومیٹر سفر کرتے ہوئے مرکز شقصان پہنچے وہاں سے دائیں ہاتھ ایک چوڑی پختہ لنک روڈ پر مزید 13 کلومیٹر سفر کے بعد الشوحطہ (Al shohata) پہنچے۔ یہی علاقہ وادی حلیمہ سعدیہ ہے۔ اس لنک روڈ پر بھیڑ، بکریوں کے ریوڑ اور خودرو پودے اور جنگلی کیکر کے درخت کثرت سے ہیں۔ اکثر جگہ اونٹ بھی پائے جاتے ہیں۔ الشوحطہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی اہم زیارت گاہ کو ڈھونڈنا اس لیے آسان تھا کہ محترم عبدالرزاق شرقپوری کئی سال طائف میں رہے انہیں بارہا مرتبہ اس وادی میں جانے کا اتفاق ہوا اگرچہ مقامی بلدیہ کی جانب سے اسے محفوظ بنانے کے لیے کوئی کاوش نظر نہیں آتی تاہم زائرین کے لیے مقامی افراد نے اپنی مدد آپ کے تحت اس تاریخی جگہ کی نشاندہی کا وش کر رکھی ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا گھر ایک پہاڑی ڈھلوان پر تھا۔ گھر کا باقاعدہ کوئی نشان نہیں تاہم اس دور میں جہاں ان کا گھر تھا وہاں تین کمروں کی نشاندہی کر کے پتھروں کی ڈیڑھ فٹ تک کی عارضی دیوار بنا دی گئی ہے۔ ہر کمرے کے دروازے کی جگہ پر داخلے کا راستہ بھی ہے۔ دو کمرے تقریباً 8x10 فٹ سے بڑے نظر نہیں آتے جبکہ ایک کمرہ تقریباً 6x8 فٹ ہے۔

دو کمروں کے پتھریلی فرش پر پانچ پانچ سجادہ (جائے نمازیں) جبکہ چھوٹے کمرے میں دو مصلی بچھانے کی جگہ تھی۔ ان کے گھر سے کچھ فاصلے پر کشادہ جگہ غالباً ترکیوں نے مسجد بنائی تھی نجدیوں نے مسجد منہدم کر دی اس کی بنیادیں اور ستونوں کے سرئیے نظر آ رہے ہیں اس مسجد کی کوئی چار دیواری یا چھت نہیں ہے اور یہاں کئی مصلی بچھے ہوئے ہیں فقیر نے یہاں نوافل پڑھے اور جمعہ کے وظائف میں سے کچھ یہیں پڑھے۔

شق الصدر کا مقام ⇐ بھائی عبدالرزاق نے ہمیں وہ جگہ بھی دکھائی جہاں محبوب خدا سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی

رضائی بہن شیماء اور دوسرے بچوں کے ساتھ اس پہاڑی وادی میں کھیل رہے تھے تو ''شق صدر'' یعنی سینہ چیرنے کا واقعہ پیش آیا۔ یہ جگہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب واقعہ پہاڑ کی چوٹی سے گہرائی میں چند گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ مذکورہ ''شق صدر'' والی جگہ کی حد بندی بھی پتھروں سے کی گئی ہے۔

پہاڑ کی چوٹی پر وہ جگہ اب بھی ہے جہاں سے رضائی بہن حضرت شیماء اور دوسرے بچوں نے آپ کا سینہ چاک ہونے کا منظر دیکھا اور پھر پریشان ہو کر بچوں نے یہ واقعہ حضرت حلیمہ سعدیہ کو بتایا۔ روایات کے مطابق جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رضائی بہن کے ساتھ گھر کے عقب میں کھیل رہے تھے کہ دو سفید پوش آدمی (جو کہ فرشتے تھے) آئے انہوں نے آپ کو زمین پر لٹا کر پیٹ چاک کیا اور کچھ نکال کر پھینک دیا اس عمل کے بعد انہوں نے پیٹ کو دوبارہ ٹھیک کر دیا۔

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہٗ اپنی تصنیف ''شق الصدر'' میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اقدس جسم سے باہر نکالنے کی کئی توجیہات بیان نہیں کی جاسکتی ہیں۔ سب سے اہم وجہ آپ کی بے مثل بشریت ہے۔

☆ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر عزیزی میں سورہ "الم نشرح" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور وحکمت کا خزینہ بھرا گیا۔

☆ پہلی مرتبہ بچپن میں، جبکہ آپ کی عمر مبارک چار سال تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کا (شق الصدر) دل چیرا اور اس سے وہ حصہ نکال دیا جو ہر انسان کے اندر ہوتا ہے، پھر اسے آب زم زم سے دھو کر بند کر دیا۔ (صحیح مسلم، حدیث 261/162)

☆ دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔

☆ تیسری بار غار حرا میں شق صدر ہوا اور آپ کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو برداشت فرما سکیں۔

☆ چوتھی بار شب معراج کے موقع پر آپ کا سینہ مبارک چاک کر کے دل نکالا گیا، اسے آب زم زم سے دھو کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور اسے ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا۔

(صحیح بخاری حدیث 349، صحیح مسلم حدیث 164، تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان)

پہلی بار آپ کا جس جگہ سینہ چاک کیا گیا اس مقام کو پہاڑ کی چوٹی سے دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پتھروں کے درمیان اس جگہ پر زمین کی چمکدار خاکستری مٹی سے لپائی کی گئی ہے۔ جب قریب جا کر اس جگہ کو دیکھا تو اس چمکدار خاکستری جگہ پر

باریک پہاڑی پتھروں کی تہہ جمی ہوئی ہے اس جگہ فقیر نے درود مستغاث پڑھا اور خوب دعائیں کیں اس مقام پر پہنچنے کے بعد ایک سکون اور اطمینان کی کیفیت طاری ہوئی جو الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بعض روایات کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی قبر اس وادی کے احاطے میں قبرستان بھی ہے جس میں بنی سعد قبیلے کی پرانی قبروں کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔ اس قبرستان کو چار دیواری کے بعد ایک گیٹ لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ اس وادی حلیمہ سعدیہ میں اب کسی کی باقاعدہ رہائش نہیں ہے تاہم وادی سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ایک پہاڑی چوٹی پر مخصوص نسل کی بھیڑوں کا فارم بنا ہوا ہے۔ وادی حلیمہ سے ذرا آگے دائیں جانب الشوحطہ قصبے میں پختہ مکانات اور شہری سہولتیں نظر آتی ہیں۔ وادی حلیمہ کا یہ مخصوص حصہ کسی بھی محقق یا راہ گزر کو ماضی کے چودہ سو صدیوں کی طرز زندگی کو سمجھنے میں بڑی معاونت کرتا ہے۔

کامونکی کا قافلہ ملا﴾ ہم زیارات سے فارغ ہوکر واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ کامونکی کے احباب علامہ الحاج محمد امجد علی چشتی کی قیادت میں بیت سیدہ حلیمہ پر دکھائی دیئے فقیر ان کی طرف گیا جب اس بابرکت مقام پر ان سے ملاقات ہوئی تو خوشی کی انتہا نہ تھی وہاں ہم سب کو جھولیاں پھیلا کر بھیک مانگنے کا ایسا لطف آیا کہ

وہ لفظوں کیسے بتا دوں کسی کو......

وہاں پر آنے والوں کا رش تھا ہزاروں اہل محبت حضرت حلیمہ سعدیہ کے اس گھر کی زیارت کرنے آتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہاں آکر طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔

واپسی ﴾ پر ہم شہر طائف میں دوبارہ داخل ہوئے اور وہاں کی اہم ترین زیارات کیں چند ایک ذکر پیش ہے۔

طائف میں مسجد ابن عباس ﴾ طائف میں ہم نے ''جامع مسجد ابن عباس'' کی زیارت کی۔ یہ شہر کی سب سے بڑی اور بہت خوبصورت مسجد ہے۔ ابن ہشام کے قول کے مطابق مسجد ابن عباس اس جگہ تعمیر ہوئی ہے جہاں حصار طائف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ نصب ہوا تھا۔ اس مسجد کے قریب ہی محاصرۂ طائف کے شہداء کے مزارات بھی ہیں۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی یہیں مدفون ہیں حجاز (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا قدیم نام) کے ترک گورنر محمد رشدی پاشا الشروانی کی کاوش سے 13ویں صدی ہجری میں آپ کے مزار اقدس کے قریب ایک لائبریری قائم کی گئی۔ ساتویں اور دسویں صدی میں علماء اور مسافروں نے کئی کتب اور نسخہ جات مسجد ابن عباس کو وقف کئے۔ 1217 ہجری میں یہ تعداد تقریباً 10,000 تھی جو کہ اس وقت ایک بڑی تعداد تصور کی جاتی تھی مگر نجدیوں کی عدم توجہی کی وجہ سے اب صرف لائبریری کا بورڈ تو دکھائی دیا مگر اندر کی کیفیت واللہ اعلم وہاں بتایا گیا بہت کم مخطوطے باقی ہیں۔

مسجد اور مکتبہ کے درمیان ایک احاطے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے حضرات کے مزارات

ہیں۔احاطے میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی مگر شاید جمعۃ المبارک کو یہ احاطہ کھولا جاتا ہے ہماری خوش نصیبی کہ آج جمعہ ہے ہم اندر داخل ہوئے صاحبان مزارات کو سلام پیش کیا اور فاتحہ خوانی کی قبروں کی حالت نہایت ہی خستہ ہے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان بابرکت قبور کو توڑا گیا ہے صفائی کا کوئی انتظام نہیں ہے مزارات کی حالت نجدیوں کی اہل اللہ کی قبور دشمنی کا احوال بتارہی تھیں برستی آنکھوں کے ساتھ ہم احاطہ سے باہر آئے فقیر نے طائف میں محترم ابوخالد کے گھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات تحریر کئے جو نذر قارئین کرام ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما﴾ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس کے بیٹے اور مشہور صحابی ہیں اور اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ہجرت سے تین سال قبل بنو ہاشم کی محصوری کے دوران شعب ابی طالب میں آپ کی ولادت ہوئی

ان کا علم بہت ہی وسیع تھا اسی لئے کچھ لوگ ان کو بحر (دریا) کہتے تھے اور حبــــر الامۃ (امت کا بہت بڑا عالم) یہ تو آپ کا بہت ہی مشہور لقب ہے۔ یہ بہت ہی خوبصورت اور گورے رنگ کے نہایت ہی حسین وجمیل شخص تھے۔

یہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد تھے۔حضرت عمر ان کو کم عمری کے باوجود امور خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے رہے۔

لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس محدث سے کہا کہ تم اس نوعمر شخص (عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی درس گاہ سے چمٹے ہوئے ہو اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی درس گاہوں میں نہیں جارہے ہو۔

طاؤس محدث نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جب ان کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو وہ سب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر عمل کرتے تھے اس لئے مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے اس لئے میں ان کی درس گاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ آپ پر خوف خدا کا بہت زیادہ غلبہ رہتا۔ آپ اس قدر زیادہ روتے کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کا نشان پڑ گیا تھا۔(اسد الغابۃ، ذکر عبداللہ بن عباس)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے وقت ان کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔اتنی چھوٹی سی عمر میں وہ علم وحکمت کے ایسے نکات بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے صحابہ دنگ رہ جاتے تھے۔ یہ نتیجہ تھا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے بیدار ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی لا کر رکھ دیا۔ آپ نے وضو سے فراغت کے بعد پوچھا پانی کون لایا تھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عباس کا نام لیا تو آپ نے خوش ہو کر یہ دعا

دی۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ .

یعنی اے اللہ اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا

آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں بصرہ کے گورنر بھی رہے۔ بعد میں آپ نے مکہ مکرمہ میں رہنے ہی کو ترجیح دی۔ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کے لئے روانہ ہوئے تو ابن عباس نے انہیں وہاں جانے سے بہت منع کیا یہاں تک کہ جب آپ روانہ ہوئے تو ابن عباس، ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ساتھ دوڑتے گئے اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ بعد ازاں، آپ کے اندیشے درست ثابت ہوئے اور اہل کوفہ کی بے وفائی کے باعث آپ کو کربلا میں شہید کر دیا گیا۔

شوق علم ﴿ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما باقی ماندہ علماء صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھرپور استفادہ فرمایا۔ وہ اپنے شوق علم کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کسی صحابی کے متعلق مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہے تو میں قیلولہ کے وقت دوپہر میں ان کے دروازے پر پہنچ جاتا اور اپنی چادر کو سرہانے رکھ کر ان کے گھر کی چوکھٹ پر لیٹ جاتا۔ اس وقت دوپہر کی تیز اور گرم ہوائیں بہت سا گرد وغبار اڑا کر میرے اوپر ڈال دیتیں۔ حالانکہ اگر میں ان کے گھر داخل ہونے کی اجازت مانگتا تو مجھے اجازت مل جاتی لیکن میں ایسا اس لیے کرتا تھا کہ ان کی طبیعت مجھ سے خوش ہو جائے، جب وہ صحابی گھر سے نکلتے اور مجھے اس حال میں دیکھتے تو کہتے ؛ابن عم رسول آپ نے کیوں یہ زحمت گوارا کی، آپ نے میرے یہاں اطلاع بھجوادی ہوتی، میں خود حاضر ہو جاتا لیکن میں جواب دیتا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ حصول علم کے لیے صاحب علم کے پاس جایا جاتا ہے۔ صاحب علم خود طالب علم کے پاس نہیں جایا کرتے۔ پھر میں ان سے حدیث پوچھتا۔

آپ کی پوری زندگی قرآن سمجھنے اور سمجھانے میں گزری۔

آخری ایام ﴿ آخری عمر میں آپ نابینا ہو گئے لعین یزید پلید کے زمانے میں جب حالات خراب ہوئے تو کسی نے آپ کو طائف جانے کا مشورہ دیا جو آپ نے قبول کیا آپ طائف چلے آئے اور یہیں سکونت اختیار فرمالی یہیں آپ کی عمر کے آخری ایام گزرے ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو وہی مرض الوفات ثابت ہوا۔ ایک ہفتہ کی علالت کے بعد آپ نے ۷۱ کی عمر پا کر 68ھ میں وفات پائی۔

حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد کہا "اللہ کی قسم! آج دنیا سے رہبرِ اُمت اُٹھ گیا"

کفن میں سفید پرند﴾ حضرت میمون بن مہران تابعی محدث کا بیان ہے کہ میں طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جنازہ میں حاضر تھا جب لوگ نماز جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے تو بالکل ہی اچانک نہایت تیزی کے ساتھ ایک سفید پرند آیا اور ان کے کفن کے اندر داخل ہوگیا۔ نماز کے بعد ہم لوگوں نے ٹٹول ٹٹول کر بہت تلاش کیا مگر اس پرند کا کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا؟ (المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الحادی والثمانون فی ذکر الموت الخ)

غیبی آواز﴾ جب لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دفن کر چکے اور قبر پر مٹی برابر کی جا چکی تو تمام حاضرین نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ تلاوت کر رہا ہے

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً o فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ o وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ o (پارہ ۳۰، الفجر ۲۷-۳۰)

اے اطمینان والی جان! تو اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

قبر مبارک﴾ آپ کی قبر اب ایک بند احاطہ میں واقع ہے، جس مقام پر آپ کی قبر ہے اس کے قریب آپ سے منسوب یہ مسجد تعمیر کی گئی۔ موجودہ طائف میں یہ مسجد، شہر کے مرکز میں واقع ہے اس کے اردگرد مارکیٹ اور کاروباری مراکز ہیں۔

فائدہ﴾ معلوم ہوا کہ مزارات کے ساتھ مساجد بنانے کا سلسلہ اہل اسلام میں شروع سے چلا آ رہا ہے۔

طائف کے علاقہ میں غزوات

غزوہ حنین اور غزوہ طائف اور جنگ اوطاس بھی اسی علاقے میں وقوع پذیر ہوئے جن کے بعد کوئی بڑی جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں سامنے نہ آئی۔

غزوہ حنین﴾ "حنین" مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے۔ تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام "غزوہ ہوازن" بھی ہے۔ اس لئے کہ اس لڑائی میں "بنی ہوازن" سے مقابلہ تھا۔

یہ غزوہ طائف کے علاقہ "ہدا" کے قریب کسی وادی میں ہوا تھا۔ یہ وادی تاریخی کتب میں شہرت نہ پا سکی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ کا مالِ غنیمت مسجد جعرانہ کے مقام پر تقسیم فرمایا تھا۔ یہ مسجد سیل کبیر کے راستے کے قریب واقع

ہے اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ جنگ سیل کبیر والی جانب ہوئی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرکردگی میں یہ آخری جنگ تھی جس میں باقاعدہ مقابلہ بھی ہوا۔ اُس وقت عرب میں مکہ کے بعد طائف دوسرا بڑا شہر تھا۔

فتح مکہ کے بعد عام طور پر تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے کیونکہ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف کر رہے تھے اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر چونکہ عرب کے دلوں میں کعبہ کا بے حد احترام تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ کعبہ پر کسی باطل پرست کا قبضہ نہیں ہوسکتا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کرلیا تو عرب کے بچے بچے کو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین ہوگیا اور وہ سب کے سب جوق در جوق بلکہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھاسکیں۔

لیکن مقام حنین میں "ہوازن" اور "ثقیف" نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگجو اور فنون جنگ سے واقف تھے۔ ان لوگوں پر فتح مکہ کا اُلٹا اثر پڑا۔ ان لوگوں پر غیرت سوار ہوگئی اور ان لوگوں نے یہ خیال قائم کرلیا کہ فتح مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کرلیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کردیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ جب انہوں نے وہاں سے واپس آکر ان قبائل کی جنگی تیاریوں کا حال بیان کیا اور بتایا کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اپنے تمام قبائل کو جمع کرلیا ہے اور قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف ان تمام افواج کا سپہ سالار ہے اور سو برس سے زائد عمر کا بوڑھا۔ ''درید بن الصمہ'' جو عرب کا مشہور شاعر اور مانا ہوا بہادر تھا بطور مشیر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا ہے اور یہ لوگ اپنی عورتوں، بچوں بلکہ جانوروں تک کو میدانِ جنگ میں لائے ہیں تاکہ کوئی بھی شریک جنگ میدان سے بھاگنے کا خیال بھی نہ کرسکے۔

لشکر اسلام کا اجتماع ﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی مکہ مکرمہ میں شوال ۸ ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ دس ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نومسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بعض صحابہ کرام کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ ''آج بھلا ہم پر کون غالب آسکتا ہے''

مگر اللہ رب العزت کو صحابہ کرام کا یہ ناز کرنا پسند نہ آیا۔ چنانچہ اس فخر و ناز یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن وثقیف کے تیراندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لیکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نومسلم اور کفار مکہ جو لشکر اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے وہ بھاگ گئے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصارین ومہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بارہ ہزار کا لشکر فرار ہو چکا تھا مگر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے استقامت میں بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ اکیلے ایک لشکر بلکہ ایک عالم کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، جو فتح مکہ سے قبل کفر کی ہر مزاحمت کے لیڈر تھے، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے سب لوگوں کو جمع ہونے کے لئے کہہ رہے تھے۔ ہوازن کے تیر ان کی آنکھوں میں لگے اور ان کی آنکھیں ختم ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جلیل القدر صحابہ کی ثابت قدمی کے باعث لشکر دوبارہ اکٹھا ہوا اور اس نے ان قبائل کو شکست دی۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (التوبۃ 25، 26)

بیشک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حُنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔

فتح مبین نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

اس جنگ کے بعد عرب کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا کہ اب اسے دارالاسلام بننا ہوگا۔ ایک سال کے عرصے میں ہی باقی

عرب قبائل کے وفود مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ صرف دو سال کے اندر مسلمان مردوں کی تعداد 12000 سے بڑھ کر سوالاکھ تک پہنچ گئی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو 10ھ کے حج میں شریک ہوئے۔ عرب کے وہ افراد جو اس حج میں شامل نہ تھے، اس کے علاوہ ہیں۔

(ملخصا بخاری، المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۂ حنین، مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہشتم)

جنگ اوطاس ﴾ حنین میں شکست کھا کر کفار کی فوجیں بھاگ کر کچھ تو "اوطاس" میں جمع ہوگئیں اور کچھ "طائف" کے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہوگئیں۔ اس لئے کفار کی فوجوں کو مکمل طور پر شکست دینے کے لئے "اوطاس" اور "طائف" پر بھی حملہ کرنا ضروری ہوگیا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں تھوڑی سی فوج "اوطاس" کی طرف بھیج دی۔ درید بن الصمہ کئی ہزار کی فوج لے کر نکلا۔ درید بن الصمہ کے بیٹے نے (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا) حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر ایک تیر مارا اپنے چچا کو زخمی دیکھ کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ کر اپنے چچا کے پاس آئے اور پوچھا کہ چچا جان ! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ وہ شخص میرا قاتل ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش میں بھرے ہوئے اس کافر کو قتل کرنے کے لئے دوڑے تو وہ بھاگ نکلا مگر آپ نے اس کا پیچھا کیا اور یہ کہہ کر کہ اے اُو بھاگنے والے ! کیا تجھ کو شرم اور غیرت نہیں آتی ؟ جب اس کافر نے یہ گرم گرم طعنہ سنا تو ٹھہر گیا پھر دونوں میں تلوار کے دو دو ہاتھ ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے آخر اس کو قتل کر کے دم لیا۔ پھر اپنے چچا کے پاس آئے اور خوشخبری سنائی کہ چچا جان! خدا نے آپ کے قاتل کا کام تمام کردیا۔ پھر آپ نے اپنے چچا کے زانو سے وہ تیر کھینچ کر نکالا تو چونکہ زہر میں بجھایا ہوا تھا اس لئے زخم سے خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جگہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوج کا سپہ سالار بنایا اور یہ وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور میرے لئے دعا کی درخواست کرنا۔ یہ کہتے ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسلامی علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ درید بن الصمہ بڑھاپے کی وجہ سے ایک کجاوے پر سوار تھا۔ اس کو حضرت ربیعہ بن رفیع رضی اللہ عنہ نے خود اسی کی تلوار سے واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد کفار کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیا اور سب گرفتار ہوگئے۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۂ اوطاس)

جنگ کے بعد ﴾ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس جنگ سے فارغ ہو کر میں بارگاہ رسالت میں حاضر

ہوئے اور اپنے چچا کا سلام اور پیغام عرض کیا تو اس وقت تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بان کی چار پائی پر تشریف فرما تھے اور آپ کی پشت مبارک اور پہلوئے اقدس میں بان کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی منگا کر وضوفرمایا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا بلند فرمایا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور اس طرح آپ کے دعا کے الفاظ یہ تھے کہ "یااللہ! تو ابو عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قیامت کے دن بہت سے انسانوں سے زیادہ بلند مرتبہ بنادے۔ یہ کرم دیکھ کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لئے بھی دعا فرمائیں؟ تو یہ دعا فرمائی کہ یااللہ! عزوجل تو عبداللہ بن قیس (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے) کے گناہوں کو بخش فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ اوطاس، ملخصاً صحیح البخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ اوطاس)

طائف کا محاصرہ حنین اور اوطاس کی فتح کے بعد جو کفار و مشرکین طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے تو مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا طائف کے محاصرہ میں بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کل بارہ اصحاب شہید ہوئے سات قریش، چار انصار اور ایک شخص بنی لیث کے۔ زخمیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے یہ ایک تیر سے زخمی ہوگئے تھے۔ پھر اچھے بھی ہوگئے، لیکن ایک مدت کے بعد پھران کا زخم پھٹ گیا اور اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اسی زخم سے ان کی وفات ہوگئی۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ الطائف، والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، باب شھداء المسلمین فی الطائف)

جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شہر طائف کا محاصرہ کیا تو اس دوران اس شہر کے رئیس عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ یہ وہی صحابی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ ان کی شکل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی ہے۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں اہل طائف اسلام لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا۔ بعد میں اہل طائف پکے مسلمان ثابت ہوئے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ادوار میں انہوں نے قیصر و کسریٰ کے خلاف جنگوں میں بھرپور حصہ لیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم طائف سے محاصرہ اُٹھا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "جعرانہ" تشریف لائے۔ یہاں اموال غنیمت کا بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں، کئی من چاندی، اور چھ ہزار قیدی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، باب امر اموال ھوازن وسبایاھا ...الخ، المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب نبذۃ

من قسم الغنائم...الخ)

طائف کی مسجد ﴿ یہ مسجد جس کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کیا تھا ایک تاریخی مسجد ہے۔اس جنگ طائف میں ازواج مطہرات میں سے دو ازواج ساتھ تھیں حضرت اُمِ سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو خیمے گاڑے تھے اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا آپ ان دونوں خیموں کے درمیان میں نمازیں پڑھتے رہے۔جب بعد میں قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے اسی جگہ پر مسجد بنا لی۔

زیارات کے بعد ہم وادی شفاء بھی گئے جہاں ایک مُطَبَّخ (کھانے پکانے کی جگہ) پر محترم عبدالرزاق کے عزیزوں نے ہماری مہمان نوازی عرب کے مشہور کھانے''مندی'' سے کی ہم نے خوب سیر ہو کر لنگر کھایا۔

عمرہ شریف کے لیے روانہ ہوئے ﴿ مورخہ ۲۹ فروری جمعہ کو ہم طائف کی زیارات سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ آ گئے شب ہفتہ عمرہ شریف کے ارکان ادا کرنے کے لیے احرام طائف کی میقات سے باندھ لیا تھا۔مکہ شریف آ کر طواف کعبہ شروع کرنے والے ہی تھے کہ کعبہ کو فوج اور پولیس نے گھیرے میں لے لیا معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ترکی کے صدر یا وزیر اعظم نے کعبہ کے اندر جانا ہے تھوڑی دیر بعد باب الکعبہ کھلا اندرونی کیفیت نظر آنے لگی۔

خانہ کعبہ کے اندر کیا ہے؟ ﴿ خانہ کعبہ کے اندر تین ستون اور دو چھتیں ہیں۔باب کعبہ کے متوازی ایک اور دروازہ تھا دیوار میں نشان نظر آتا ہے یہاں نبی پاک صلی اللہ وسلم نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔کعبہ کے اندر رکن عراقی کے پاس باب توبہ ہے جو المونیم کی 50 سیڑھیاں ہیں جو کعبہ کی چھت تک جاتی ہیں۔چھت پر سوا میٹر کا شیشے کا ایک حصہ ہے جو قدرتی روشنی اندر پہنچاتا ہے۔کعبہ کے اندر سنگ مرمر کے پتھروں سے تعمیر ہوئی ہے اور قیمتی پردے لٹکے ہوئے ہیں جبکہ قدیم ہدایات پر مبنی ایک صندوق بھی اندر رکھا ہوا ہے۔

کعبہ کی موجودہ عمارت کی آخری بار 1996ء میں تعمیر کی گئی تھی اور اس کی بنیادوں کو نئے سرے سے بھرا گیا تھا۔کعبہ کی سطح مطاف سے تقریباً دو میٹر بلند ہے جبکہ یہ عمارت 14 میٹر اونچی ہے۔کعبہ کی دیواریں ایک میٹر سے زیادہ چوڑی ہیں جبکہ اس کی شمال کی طرف نصف دائرے میں جو جگہ ہے اسے حطیم کہتے ہیں اس میں تعمیر ابراہیمی کی تین میٹر جگہ کے علاوہ وہ مقام بھی شامل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رہنے کے لئے بنایا تھا جسے باب اسماعیل کہا جاتا ہے۔

عمرہ سے فراغت کے بعد ہم مدینہ منورہ آ گئے۔

خلق خدا بہ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ﴿ سچ ہے کہ مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق حاضر ہوتی ہے ویزے

لگتے ہیں گذشتہ دنوں ۲۴ جنوری سے ۳۱ جنوری تک مدینہ منورہ میں سردی اور خوب ٹھنڈی ہواؤں کی حاضری رہی ایک دن تو اذان عشاء کے وقت ہم باب مکہ کے باہر گنبد خضریٰ شریف کا نظارہ کر رہے تھے کہ یکدم ایک تیز اور ٹھنڈی یخ ہوا دیوانہ وار گنبد خضریٰ شریف کو چومتے آئی کہ سب لوگ بھاگ کر مسجد نبوی شریف کے اندر داخل ہو گئے۔

کیا حرمین شریفین میں بس یہی عبادت رہ گئی؟؟ توبہ استغفر اللہ

مؤمن مسلمان کے لیے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی حاضری سعادت کی معراج ہے اہل ایمان کے لیے دنیا میں یہی دو ہی مقام ہیں جہاں دل کو آرام روح کو چین اور ایمان کو تقویت ملتی ہے۔ سچ ہے کہ نصیب والوں کو حرمین شریفین کی حاضری کا پروانہ ملتا ہے۔ حجاز مقدس کا سفر عام سفروں کی طرح نہیں یہ بہت احتیاط اور ادب کا سفر ہے اس لیے کہ حجاج اور زائرین کو چاہیے کہ اس سفر میں روانگی سے قبل سفر کے تمام آداب کا بار بار مطالعہ کریں جو حضرات پڑھ نہیں سکتے وہ کسی پڑھے لکھے سے اس سفر کے آداب کو بغور سنیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں

''کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا سفر بیکار ہو جائے''

آج کل حرمین شریفین میں فوٹو بازی کا جو سلسلہ چل نکلا ہے۔ توبہ استغفر اللہ جسے دیکھو وہی ہاتھ میں موبائل ریکمرہ لئے تصویر بنانے کی لگن میں مگن ہے۔ یہ عمل ایسی تیزی سے پھیل رہا ہے کہ لگتا ہے کہ حجاج وزائرین کے لیے سب سے زیادہ نیکی کا عمل فوٹو بازی ہی ہے ہر پیر و جواں ہر مرد حتیٰ کہ عورتیں بے پردہ ہو کر یہ جرم سر عام کر رہی ہیں کوئی روکنے والا نہیں بے ادبی کی انتہاء تو یہ کہ روضہ اقدس اور کعبہ معظمہ کی طرف پیٹھ کر فوٹو بنوانے کو تو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا حالانکہ عشق و محبت کے نصاب میں عاشق مر تو سکتا ہے مگر محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی طرف پیٹھ نہیں کر سکتا مگر یہاں مواجہہ اقدس پر سر نیاز جھکا کر سلام کرنے کے بجائے پیٹھ کر کے فوٹو بنوائے جا رہے ہیں اور دروازوں کے ساتھ کھڑے ہو کر تو کہیں ریاض الجنتہ میں خصوصی پوز کے ساتھ تصویریں بنائی جاتی ہیں۔

بارگاہ ناز میں آہستہ بول ﴾ حالانکہ حرمین شریفین خصوصاً بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اونچی آواز میں بولنا نہایت بے ادبی ہے بلکہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ اعمال کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔ لہٰذا حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ فوٹو بازی جیسے عمل سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کریں اور کسی حال میں یہاں اونچی گفتگو بھی نہ کریں۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور

بارگاہ نازمیں آہستہ بول ہو نہ سب کچھ رائیگاں آہستہ چل

خواجہ فخرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

باب جبریل کے پہلو میں ذرا دھیرے سے
اپنی پلکوں سے در یار پہ دستک دینا
فخر کہتے ہوئے جبریل کو یوں پایا
اونچی آواز ہوئی عمربھر کا سرمایہ گیا

احادیث مبارکہ میں تصویر بنانے کے متعلق سخت وعیدات موجود ہیں چندایک یہ ہیں

تصویر بنانے کی مذمت میں احادیث

جس نے کوئی تصویر بنائی اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ روح نہ پھونک سکے گا۔

بروزِ قیامت سخت ترین عذاب ﴾ بروزِ قیامت لوگوں میں سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا، ان سے کہا جائے گا جوتم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو۔ (یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہے)

اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، بیان کرتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لائے، میں نے اپنی نشست گاہ (یا چبوترے) پر تصویروں والا باریک پردہ لٹکایا ہوا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھاڑ ڈالا، آپ کے چہرے کا رنگ مُتغیّر ہوگیا اور ارشاد فرمایا

يَاعَائِشَةُ اَشَدُّ النَّاس عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ

یعنی اے عائشہ ! بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سے سخت ترین عذاب ان کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مُشابہت کرتے ہیں۔ (مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر الحیوان ... الخ)

سُنَن میں عمدہ سَنَد کے ساتھ روایت ہے

(بروزِ قیامت) آگ سے ایک گردن نکلے گی اور کہے گی مجھے ہر اُس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو پوجے اور ہر سرکش ہٹ دھرم اور تصویر بنانے والے پر مُسَلَّط کیا گیا ہے۔اس حدیث کو امام ترمِذی نے صحیح قرار دیا ہے۔

☆ جو لوگ (جاندار) کی تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن انہیں سخت عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا : جوتم

نے بنایا ہے اسے زندہ کرو۔ (یہ حدیث پاک بخاری ومسلم دونوں میں ہے)

☆ ہر تصویر بنانیوالا آگ میں ہے، اس کیلئے اپنی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں ایک جان بنائی جائے گی جو جہنم میں اُسے عذاب دے گی۔ (یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہے)

☆ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو میری تخلیق کردہ مخلوق کی طرح مخلوق بنانا چاہتا ہے؟ پس وہ ایک دانہ، ایک جو اور ایک ذرہ تو بنا کر دکھادے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہے۔ ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں فوٹو بنانے والے اپنے انجام کی خیر منائیں۔

مطوعے کیا کرتے ہیں؟؟؟؟ بس یہی؟

یوں تو مواجہہ اقدس کے سامنے اگر کوئی خوش نصیب ہاتھ باندھے سرنیاز جھکائے سلام عرض کرے تو وہاں پر کھڑے مطوعے آگ بگولہ ہوجاتے ہیں فوراً "بدعہ بدعہ لاسنہ" کی گردان شروع کر دیتے ہیں انہیں اگر کوئی روضہ اقدس کی طرف منہ کر کے دعا مانگتا ہوا نظر آ جائے تو ان کا اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے ان کی مشینری حرکت میں آ جاتی ہے جب تک اس بیچارے کو وہاں سے بھاگتے نہیں انہیں چین نہیں آتا۔ دوسری طرف پورے حرم میں ہر جگہ فوٹو بازی کی بھر مار ہے نہ شرم نبی نہ خوف خدا ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہاں مطوعوں کو اسلام کی خلاف ورزی نظر نہیں آتی بلکہ فقیر کا مشاہدہ ہے کہ مطوعے فوٹو بازی کے فعل سے خوش ہوتے ہیں کہ چلو کسی طرح تو بے ادبی عام ہو رہی ہے۔ کیونکہ نجدیوں کے نزدیک بے ادبی ہی دین ہے حرمین شریفین کی حاضری سے بہرہ مند ہونے والے حضرات مشاہدہ کرتے کہ ان کا عمل کیا ہے؟؟

علماء کرام سے درمندانہ اپیل ہے ﴾ فوٹو کے جواز وعدم جواز کی بحث اپنی جگہ لیکن یہاں تو جواز کا سہارا لیکر امت مسلمہ کس راستے پر چل پڑی ہے۔ حرمین شریفین میں جسے دیکھوں وہی فوٹو بنانے میں مصروف ہے۔ آپ علماء کرام پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے خطبات میں امت مسلمہ کو اس بیکار فعل سے باز رہنے کی نہ صرف تاکید کریں بلکہ اس کے نقصانات سے آگاہ کریں۔

مدینہ طیبہ میں ﴾ فقیر نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کئی صاحب بصیرت کاملین کی زبانی سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے اس فعل (حرمین شریفین میں فوٹو بازی) سے سخت نالاں ہے۔ ایک اللہ والے نے تو کمال کی بات کی کہ غلام آقا کی بارگاہ میں سلام عرض کرے آقا سلام کے جواب کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوں غلام اپنی توجہ کیمرے کی

طرف مبذول کرلے؟؟؟ کیا خیرات ملے گی؟؟ بات سمجھنے کی ہے اگر سمجھ آجائے۔

پاکستان کے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور سردار محمد یوسف نے ایک تقریب میں کہا ہے کہ

کہ ہم نے دیکھا ہے کہ حج اور عمرہ کرنے والے افراد وہاں جا کے عبادات کی طرف توجہ دینے کی بجائے تصاویر اور ویڈیو بنانے میں زیادہ توجہ دیتے ہیں جو سراسر غلط عمل ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

حجرہ اقدس کے دروازے

آج ۲۵ ربیع الآخر (016-2-4) شب خمیس صبح 3 بجے باب جبریل کھلتے ہی فقیر قدمین شریفین میں حاضر ہوا الحمدللہ خاصی دیر بارگاہ بیکس وپناہ والی کونین نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت رہی اپنے روم فندق المنارالفضی نمبر 1 میں آکر اپنے احباب کے لیے یہ سطور لکھیں۔

قدمین شریفین میں جو دروازہ آپ کو دکھائی دیتا ہے اسے باب فاطمہ کہا جاتا ہے اس کے قفل (تالے) پر قصیدہ بردہ شریف کا شعر

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هول مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

لکھا واضح دیکھائی دیتا ہے اسی حجرہ اقدس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کا روضہ مبارک ہے اس عمارت کو مقصورہ شریف کہتے ہیں۔ مقصورہ شریف کے چار دروازے ہیں ایک قبلہ کی جانب ہے جس کا نام باب توبہ ہے اس پر چاندی کی ایک تختی لگی ہوئی ہے جس پر اس کی بنانے کی تاریخ 1026 ہجری لکھی ہوئی ہے اور یہ سلطان احمد اول عثمانی کی طرف سے ہدیہ آیا تھا۔ دوسرا دروازہ مغرب میں ہے جسے باب الوفود کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اسطوانہ وفود کے متصل ہے۔ تیسرا دروازہ مشرق میں ہے اسے باب فاطمہ کہتے ہیں اس لیے کہ وہ خاتون جنت سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر کے قریب ہے۔ یہ تینوں دروازے 228 ہجری سے اب تک چلے آرہے ہیں۔ چوتھا دروازہ باب التہجد ہے اس لیے کہ وہ مصلی تہجد کے قریب ہے یہ شمالی دروزاہ ہے جو 729 ہجری میں بنایا گیا جبکہ شمالی جانب دو دالانوں کی تعمیر کی گئی۔ مشرقی دروازہ (باب فاطمہ) اس وقت کھولا جاتا ہے جبکہ کوئی خصوصی شاہی مہمان آئے یا سرکاری وفود کی حاضری ہو یہ لوگ اگرچہ مقصورہ شریف میں داخل تو ہو جاتے ہیں لیکن مخمس دیوار (پانچ کونی) جو حجرہ عائشہ کے گرد ہے کے اندر نہیں جاتے چونکہ اس کے اندر جانے کا کوئی دروازہ ہی نہیں۔ علامہ سخاوی نے واضح طور پر لکھا ہے مخمس دیوار پر جو پردہ لٹکا ہوا ہے

اس کے اندر کی خبر تو آغوات کو بھی نہیں جو خدام خاص ہیں کیونکہ اس مخمس دیوار عمارت کا نہ کوئی دروازہ نہ کوئی کھڑکی اور نہ کوئی روشن دان ماسوائے ایک سوراخ کے جو حجرہ شریفہ کے اوپر سے ہے۔

مواجہہ اقدس کے سامنے جہاں سلام عرض کیا جاتا ہے

آج مورخہ ۲۴ ربیع الآخر شب بدھ (016-2-3) امیر طیبہ اسد اللہ و اسد رسول (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وآلہ) سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، کے دربارِ گوہار کی حاضری سے سعادت مند ہو کر اپنے روم میں آیا تو ایک بہت اہم ترین معلومات پڑھنے کو ملیں جو نذر قارئین ہے۔

یہ بات تو سب کے علم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس حجرہ میں آرام فرما رہے ہیں یہ آپ زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر مبارک ہے جہاں آپ وصال مبارک سے قبل ان کے ساتھ رہا کرتے تھے اور اس حجرہ کے اطراف میں آپکی دیگر ازواج مطہرات کے حجرے بھی تھے -اس وقت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا (جو خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی بھی ہیں) کے حجرے کے سامنے ایک تنگ گلی تھی اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور زوجہ سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا (جو خلیفہ دوم سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی ہیں) کا حجرہ تھا گویا یہ دونوں حجرے بہت ہی قریب تھے۔

وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ مبارک میں ہمیشہ کے لیے آرام فرما ہوئے اور یوں یہ حجرہ قیامت تک کے لیے امر ہو گیا لیکن بی بی سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کا حجرہ مبارک بھی اس لحاظ سے تاریخی حیثیت اختیار کر گیا کہ انشا اللہ تعالیٰ قیامت تک اس مقام پر کھڑے ہو کے عشاقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ادب سے سرنیاز جھکائے درود اور سلام کے نذرانے سے فضاؤں کو معطر کرتے رہیں گے لیکن افسوس صد افسوس ان کم عقلوں پر جو مواجہہ اقدس (بی بی سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ) کھڑے ہو کر اپنے دامن مراد سے پُر کرنے کے بجائے آج کل تصاویر بنواتے نظر آتے ہیں۔ یہ بہت ہی اہم ترین مقام ہے یہاں انبیاء کرام اولیاء عظام سرنیاز جھکائے حاضر ہو کر سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کرتے ہیں یہاں فوٹو بازی کی حرکت سے باز رہیں۔ خبردار .....

کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا سفر بے کار ہو جائے

جبل احد پر امیر طیبہ کی بارگاہ میں جنت کی مہکتی خوشبو

آج ہی شبِ جمعہ برادرِ طریقت محمد عباس اویسی جدہ سے آئے۔ فقیر انہیں لیکر قندق (ہوٹل) آیا کھانا کھا کر تقریباً رات کے ایک بجے امیر طیبہ اسد اللہ اسد الرسول سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے یوں تو ہر لمحہ اس سخی دربار پر سخاوت کا دریا موج میں رہتا ہے۔ مگر رات کو حاضر ہونے والے زائرین کچھ نرالی راحت اور چاشنی محسوس کرتے ہیں فقیر کو کوشش ہوتی ہے کہ رات حاضری دی جائے مگر جب بھی جائیں وہاں ایک خاص قسم کی بھینی بھینی سہانی خوشبو دل و دماغ کو معطر کرتی ہے فقیر کو بیسیوں مرتبہ حاضری سعادت حاصل ہوئی یہاں یہ خاص مہک ہمیشہ ہی پائی دراصل یہ جنت کی خوشبو ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت انس راوی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر شفقت جبلِ اُحد پر پڑی تو آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ

اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ طَلَعَ لَهُ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

(صحیح بخاری شریف، کتاب المغازی، باب احد یحبنا ونحبه)

یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور فرمایا یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔ جبل اُحد کے بارے میں ایک اور حدیث جو کتابوں میں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوہ اُحد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوگا جب تم اس کے پاس سے گزرو تو اس کے درختوں کا میوہ کھا لیا کرو اگر کچھ بھی نہ ملے تو وہاں صحرا کی گھاس ہی چبا لیا کرو۔ غزوہ احد کے موقعہ صحابہ کرام نے میدان جاتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں یہاں جنت کی خوشبو آ رہی ہے چنانچہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ (جو خاندان نجار کے رئیس تھے) غزوہ احد (شوال المکرم ۳ھ) کے موقعہ پر وہ کفار کی صفوں میں گھس گئے، بار بار کہہ رہے تھے واہ! واہ! مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، نضر کے پروردگار کی قسم! میں جبل احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ بڑی جرات سے مصروف پیکار رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا، حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نیزوں، تیروں اور تلواروں کے اسّی سے زیادہ زخم انکے جسم پر لگے ہوئے تھے۔ مشرکین نے انکی لاش کا مثلہ کر دیا کہ وہ پہچانی نہیں جاتی تھی۔ انکی ہمشیرہ نے ایک انگلی کے پورے یا ایک تل کے نشان سے انکو بمشکل پہچانا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

آج بھی وہاں عجیب قسم کی خوشبو اور فرحت محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو یہ اس جنتی پہاڑ سے جنت کی خوشبو کی مہک نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ نبی الکریم الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آداب

فقیر نے مدینہ منورہ میں قیام کے آداب لکھے ہیں میرے فیس بک اور دیگر احباب سے التجاء ہے کہ بیشک اپنے نام سے یہ آداب خوبصورت انداز سے اپنے پیج پر لگادیں تاکہ پڑھنے والے آپ کو اپنی دعا میں شامل کریں۔

☆دوران اپنے فندق ہوٹل رہائش ہر مقدس مقام کا نقشہ ذہن میں محفوظ کیجیے۔

☆۴۰ نمازیں مسلسل حدود مسجد نبوی (ہوسکے تو قدیم مسجد (ترکی والے حصہ) میں ادا کریں ہوسکے تو باجماعت (صحیح العقیدہ) ادا کریں۔ مسجد کے باہر جو نماز کی جگہ ہے وہاں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔

☆جتنا ہوسکے ریاض الجنۃ میں نمازیں ادا کریں۔

☆گلیوں میں گھومتے پھرتے (واک کرتے ہوئے) گنبد خضراء کو پیٹھ کرنے سے بچیں اور جب بھی نظر آئے وہیں ٹھہر کر باادب سلام عرض کریں۔

☆یہاں تمام سفر بغیر جوتے کے چلنے کی کوشش کریں مگر موزے کی جوڑی ساتھ رکھیں مسجد میں داخل ہونے سے قبل قریبی وضوخانے سے وضو کرکے پاؤں خشک کرکے موزے پہن لیں اور مسجد میں اتار دیں تاکہ مسجد گرد آلود نہ ہو۔

☆یہاں کم ازکم ایک قرآن شریف ختم کریں۔

☆روزانہ کے اپنے سلسلہ کے وظائف ومعمولات پورے کریں۔

☆ختم قادریہ، ختم قصیدہ بردہ شریف، اسماء الحسنیٰ اور اسماء النبی نیز محفل ذکر ونعت وصلوۃ وسلام، اور دعائے خصوصی کریں۔

☆یہاں زیادہ سے زیادہ وقت اپنی قضاء نمازوں کو ادا کرنے میں گزاریں اور اس کو اولین ترجیح کریں۔

☆درودوسلام کی کثرت کریں (درود تاج، درود لکھی، درود تنجینا، درود اکبر درود مستغاث شریف وغیرہ)

☆استنجاء کے لیے مسجد نبوی شریف سے دور جاکر فراغت حاصل کریں کم ازکم مسجد نبوی کے آگے کی طرف بنے ہوئے استنجاء خانے استعمال نہ کریں۔

☆مسجد نبوی شریف کے ساتھ مقدس ستونوں پر روزانہ نوافل ادا کریں۔

☆اصحاب صفہ کے چبوترے، ریاض الجنۃ، قدمین شریفین، تہجد کے چبوترے نیز صحن مسجد میں بیٹھے بیٹھے ناموں والی ڈائری نکال کر اپنے تمام احباب کے لیے کم ازکم چند مرتبہ درود پاک پڑھیں۔

☆راستوں میں تھوکنے سے پرہیز کریں۔

☆زیادہ کھانے، سونے اور بولنے سے پرہیز کریں۔

☆کچھ نہ کچھ قرآن شریف یہاں ضرور زبانی یاد کریں۔

☆اگر ممکن ہو تو ضرور مسجد نبوی اور مدینہ شریف کی گلیوں میں جھاڑو دیں۔

☆لمبے لمبے سانس لیجیے اور ہوائے مدینہ سے لطف اندوز ہوں۔

☆روزانہ جنت البقیع پر حاضری دیں (باہر سے کھڑے ہو کر اہل جنت کو سلام کریں فاتحہ پڑھیں)۔

☆کم از کم ایک مرتبہ صلوٰۃ التسبیح پڑھیں۔

☆رات کو جنت البقیع کے دروازے پر بیٹھ کر گنبد خضراء کے نظارے کرتے ہوئے درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔

☆دن میں ایک دو مرتبہ سلام کے لیے مواجہہ اقدس پر حاضری دیں مگر خبردار یہاں فوٹو بازی کے عمل سے اپنا سفر بیکار نہ کریں۔

☆رات کو اپنے روم میں محافل کا انعقاد کریں۔

☆رات کو امیر طیبہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، کے مزار پر حاضری دیں (بالخصوص شب بدھ اور شب جمعہ)

☆مقامات مقدسہ کی زیارت کریں۔

☆مدینے شریف میں مقامی اور عالم اسلام سے آئے ہوئے سنی حضرات اور علمائے کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کریں۔

☆کفن کا کپڑا مدینے شریف کے پانی میں بھی بھگوئیے۔

☆کبھی کبھی مسجد قباء پیدل جائیے (بالخصوص ہفتہ کے دن)

☆اہل وعیال کے لیے تبرکات خریدیں۔

☆معذور حضرات کے لیے باب السلام کے پیچھے وہیل چیئر عاریۃ حاصل کرنے اور زم زم بھرنے کی سہولت موجود ہے زم زم میں مدینہ منورہ کا پانی ضرور شامل کریں۔

☆مدینہ شریف میں قیام کے دوران شہر مدینہ کا پانی کریں۔

☆وہاں کے اہل محبت حضرات سے دوستی کریں۔

☆صدقہ وخیرات کی کثرت کریں، بلیوں کو دودھ، بکریوں کو چارہ اور کبوتروں کو دانہ ڈالیں۔

☆عورتوں کو پردے کا سختی سے اہتمام کروائیے۔

☆عورتوں کے لیے صبح ودوپہر کے اوقات میں ریاض الجنۃ اور قدمین شریفین پر حاضری کے اوقات مخصوص ہیں۔

☆عورتوں کو گنبد خضراء اور سنہری جالیوں کی باہر سے ہی ایسے اوقات میں زیارت کرادیں جب رش نہ ہو۔

☆یہاں کے مقامی پھل اور کھانے کھائیں۔

☆مدینے شریف میں کھجور، انجیر، زیتون وغیرہ کھائیں۔

☆مدینے شریف کی مٹی سے بنے ہوئے مٹکے کا پانی استعمال کریں۔

☆بزرگوں اور عمر رسیدہ لوگوں کی خدمت کا شرف حاصل کریں۔

☆اگر مناسب سمجھیں تو مختلف مقدس مقامات کی مٹی چھوٹی چھوٹی پلاسٹک کی تھیلیوں میں تبرک کے طور پر جمع کریں۔

☆پان وغیرہ کھانے اور سگریٹ پینے سے پرہیز کریں۔

☆یہاں چند روزے ضرور رکھیں۔

☆اپنا یہ مبارک سفر ڈائری محفوظ کریں۔

☆ہر وقت باوضو، مسواک کریں، خوشبوؤں میں بسے، تیل لگائے، عمامہ سجائے، باادب گزاریں نیز خاک مدینہ سے وضو اور غسل کرنے اور خاک مدینہ پر لوٹنے کا شرف حاصل کریں۔

☆جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کی (خدانخواستہ) جاں سوز گھڑی آئے تو خوب روتے ہوئے یا ایسا نہ ہو سکے تو رونے جیسا منہ بنائے مواجہہ شریف میں حاضر ہو کر خوب سلام عرض کریں بار بار حاضری کا سوال کریں اور مدینے میں ایمان وعافیت کے ساتھ موت اور جنت البقیع میں مدفن کی درخواست کریں اور الٹے پاؤں پلٹیے اور بار بار در بار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سنہری جالیوں کے نقشہ پاک کو آنکھوں میں بسا لینے بلکہ دل میں سمالینے کی کوشش کرتے ہوئے باہر آجائیے۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی

حال مدینہ منورہ (۲۹ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ شب سوموار) 7-2-015

جدائی کے لمحات

آہ آج مدینہ منورہ سے اس بار حاضری کا آخری دن ہے ۷ جمادی الاُولیٰ ۱۶ فروری 2016ء منگل کا سورج طلوع ہونے کو ہے آج شب بدھ کو واپس پاکستان جانا ہے واللہ مدینہ منورہ سے جدائی کا کرب مت پوچھئے! عاشق پہ کیا گذرتی ہے یہ گھڑی بہت مشکل گھڑی ہوتی ہے۔ سکھ چین اور آرام کے دن ختم ہوئے اب ذہنی کرب کا دور شروع ہونے کو ہے مدینے میں کیا سکون ہے آج رات (شب منگل) تقریباً ایک بجے جبل احد کے دامن میں حضور سید الشہداء امیر طیبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں فقیر مع بابا غلام عباس وارثی میدان احد میں کپڑا بچھا کر سو گیا رات کی تاریکی تھی مگر تنہائی کا احساس تک نہیں ہوا یوں لگا جیسے جنت میں بہت ہی آرام دہ بستر پر میرا جسم ہے باباجی سے میں نے کہا کہ کیا پاکستان میں بھی رات اس ٹائم کسی پارک میں بیٹھنے کا تصور ہے؟؟؟؟؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اپنے محفوظ گھر میں بھی رات کو سوتے ہوئے ڈر لگتا ہے سبحان اللہ یہاں طیبہ کی پرنور گلیوں کا سرور و سکون ہے۔ بقول حضور ازہری میاں قبلہ تاج الشریعہ

یاد رہی نہ جنت ہم کو راحت ہی کچھ ایسی تھی

احد شریف سے رات ۲۔۳۰ بجے حرم نبوی شریف حاضر ہوا قسمت کی معراج کہ باب جبریل سے قدمین شریفین میں جا پہنچا دردِ دل کا احوال پیش تھا مگر زبان بند تھی کیفیت کچھ اس طرح تھی

اپنی آنکھوں میں چھپا رکھے تھے جگنو میں نے
اپنی پلکوں پہ سجا رکھے تھے آنسو میں نے
میری آنکھوں کو بھی برسات کا موقع دے دیں
آج کی رات میرا دردِ محبت سن لیں
کپکپاتے ہوئے ہونٹوں کی شکایت سن لیں
آج اظہار خیالات کا موقع دے دیں

الوداع مدینہ ﷺ ۱۷ فروری شب بدھ مدینہ منورہ کے ائیر پورٹ سے صبح 5 بجے دبئی سے ہوتا ہوا فقیر بہاولپور پہنچا۔ اب نامرادی کے دن لکھے گذر رہے ہیں اس آس کے ساتھ کہ

کرم کی پھر نظر ہوگی مدینے ہم بھی جائیں گے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

داڑھی میں موجود بیکٹیریا چہرے کی جلد کو بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں، تحقیق

شیو کرنے سے جلد پر خراشیں لگتی رہتی ہیں جس سے بیکٹیریا کی نشوونما میں مدد ملتی ہے، محققین

لندن۔لوگوں کا تعلق دنیا کے کسی بھی خطے یا ملک سے کیوں نہ ہو ہر معاشرے میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو داڑھی رکھتی ہے جب کہ ماہرین طب مختلف زاویوں سے اس پر تحقیق بھی کرتے رہتے ہیں اور برطانیہ میں کی گئی ایک نئی تحقیق میں کہا گیا ہے کہ داڑھی میں اینٹی بائیوٹک بیکٹیریا پائے جاتے ہیں جو انسان کو جلدی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

برطانوی نشریاتی ادارے کے ایک پروگرام میں ایسی کئی تحقیقات اور تجربات سامنے آتے ہیں جو بعد میں سائنسی طور پر بڑے مفید ثابت ہوتے ہیں اور اسی پروگرام میں ایسے بیکٹیریا کی دریافت سامنے آئی ہے جو اینٹی بائیوٹک کا کام دیتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ بیکٹیریا داڑھی میں پائے جاتے ہیں جس نے داڑھی میں جراثیم کے نظریئے کو مسترد کر دیا ہے۔

اس کے لیے امریکی ہسپتال کی جانب سے سائنسی تحقیق میں داڑھی سے متعلق حیرت انگیز نتائج سامنے آئے۔ جرنل آف ہاسپٹل انفیکشن میں شائع ہونے والی اس تحقیق میں داڑھی اور بغیر داڑھی کے ہسپتال کے 408 عملے کے ارکان کے چہروں کو پونچھ کر نمونے حاصل کیے گئے۔ اسپتال کے عملے کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ وہاں سے انفیکشن کی منتقلی اسپتالوں میں ہونے والی اموات کی بڑی وجہ ہے کیوں کہ بہت سارے افراد ہسپتال جا کر ان بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں جن میں وہ ہسپتال جانے سے پہلے مبتلا نہیں ہوتے۔

محققین کے لیے یہ امر حیران کن تھا کہ داڑھی کے بغیر عملے کے چہروں پر داڑھی والے عملے کے چہروں کے مقابلے میں مضر جراثیم کی تعداد زیادہ تھی جب کہ اس مطالعے سے یہ واضح ہوا کہ داڑھی کے بغیر والے افراد پر میتھیسیلین ریزسٹنٹ اسٹاف اوریوس (ایم آر ایس اے) نامی جراثیم داڑھی والوں کے مقابلے میں زیادہ تھے۔ ایم آر ایس اے عام طور پر ہسپتال سے منتقل ہونے والے انفیکشن میں سے ایک ہے کیونکہ یہ بہت سارے اینٹی بائیوٹکس کے مقابلے میں قوت مدافعت رکھتا ہے۔

محققین کے خیال میں شیو کرنے سے جلد پر خراشیں لگتی رہتی ہیں جس سے بیکٹیریا کی نشوونما میں مدد ملتی ہے دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ داڑھیاں انفیکشن کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں۔

اس تجسس کو جانچنے کے لیے ڈاکٹرز نے کچھ افراد کے چہرے صاف کر کے یونیورسٹی کالج لندن کے مائیکروبیالوجسٹ کو بھیجے جو داڑھیوں میں ایک سو سے زائد قسم کے بیکٹیریا دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے جن میں ایک وہ قسم بھی شامل تھی جو عام طور پر چھوٹی آنت میں پائی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ داڑھی میں موجود بعض جراثیم دوسرے

بیکٹیریا کے دشمن نکلے۔

محققین کے مطابق ہم جن جراثیم کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں لیکن وہ ہمیں ایسا نہیں سمجھتے، بیکٹیریا اور پھپھوند کی سطح پر وہ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آراء رہتے ہیں، وہ کھانے اور جگہ کے لیے ایک دوسرے کے خلاف سرگرم رہتے ہیں اور اس کام کے دوران وہ اینٹی بائیوٹک کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ سٹیفائلوکوکس نامی جرثومے ہیں اور جب انہوں نے اسے پیشاب کے انفیکشن کی ایک قسم کے ساتھ ٹیسٹ کیا تو دیکھا کہ انہوں نے مضر جرثوموں کا خاتمہ کر دیا۔ ماہرین کے مطابق اینٹی بایوٹکس کی مزاحمت والے انفیکشن سالانہ 7 لاکھ افراد کی موت کا سبب بنتے ہیں اور 2050 تک یہ تعداد ایک کروڑ تک پہنچ سکتی ہے۔

(ایکسپریس نیوز ۲۲ جنوری ۲۰۱۶)